تین یقینی باتیں

ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:
''میں مندرجہ ذیل تین چیزوں کی قسم کھاتا ہوں:

فَاَمَّا الَّذِیْ اُقْسِمُ عَلَیْھِنَّ فَاِنَّهٗ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةٌ صَبَرَ عَلَیْھَا اِلَّا زَادَ اللّٰهُ بِھَا عِزًّا وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ بَابَ فَقْرٍ۔ [ترمذی وصححہ:۲۳۲۵]

① ......صدقہ کرنے سے کسی شخص کے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

② ......جس شخص پر کوئی ظلم کیا گیا اور اس نے اس پر صبر کیا تو اس سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ ہی کرتا ہے۔

③ ......جس شخص نے اپنے اوپر مانگنے کا دروازہ کھول لیا تو اللہ تعالیٰ اس پر فقیری کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔''

چند بڑے گناہ

(۴۷)...... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو - رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْـكَبَائِرُ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ وَفِىْ رِوَايَةِ اَنَسٍ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ بدل اليمين الغموس ـ [البخاری:۲٦٥۳]

''عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے بڑے گناہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، (۲) والدین کی نافرمانی کرنا، (۳) کسی جان کو (ناحق) مار ڈالنا، (۴) گناہوں میں اور جہنم میں ڈبو دینے والی قسم۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ڈبو دینے والی قسم کی جگہ جھوٹی گواہی کے الفاظ آئے ہیں۔''

الا شراك بالله: یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک کرنا اور جیسی ذات اللہ کی ہے ایسی ذات کسی اور کی سمجھنا اور اس کی عبادت کرنا۔ اور صفات میں شرک یہ ہے کہ جیسی صفات اللہ کی ہیں ایسی صفات کسی اور کی سمجھنا۔

عقوق الوالدين: یعنی والدین کی حقوق نہ ادا کرنا اور انھیں تکلیف وآزار پہنچانا جس کے وہ متحمل نہ ہوں۔ اور ان کے حکم کی خلاف ورزی کرنا۔

اليمين الغموس: یعنی ایسی قسم جو قسم کھانے والے کو گناہ میں غرق کر دیتی ہے پھر وہ اس کو جہنم میں ڈبو دے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قسم کسی کا مال فنا کر دینے والی ہو۔

شیخ ابو طالب مکی قوت القلوب میں فرماتے ہیں کہ اس باب میں آنے والی تمام احادیث کو جمع کیا تو میں نے کبائر کی تعداد سترہ تک معلوم کی۔ جن میں سے چار کا تعلق دل سے ہے: (۱) شرک، (۲) معصیت پر اصرار کی نیت، (۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی، (۴) اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوفی۔

چار گناہوں کا تعلق زبان سے ہے: (۵) جھوٹی گواہی، (۶) پاک دامن مرد یا عورت پر تہمت لگانا، (۷) جھوٹی گواہی، (۸) جادوگری۔

تین گناہوں کا تعلق انسان کے پیٹ سے ہے: (۹) شراب پینا، (۱۰) یتیم کا مال کھانا، (۱۱) سود کا مال کھانا۔

دو گناہوں کا تعلق شرم گاہ سے ہے: (۱۲) زنا، (۱۳) لواطت۔

دو گناہوں کا تعلق ہاتھ سے ہے: (۱۴) ناحق قتل، (۱۵) چوری۔

ایک گناہ کا تعلق پاؤں کے ساتھ ہے: (۱۶) جنگ کے موقعہ پر کفار سے بھاگ جانا۔

ایک گناہ کا تعلق تمام جسم سے ہے (۱۷) عقوق الوالدین ماں باپ کی نافرمانی۔

فہرست

دنیوی مال ومنال

﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ وَ فَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴾ [الرعد:١٣/٢٦]

''اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہیں رزق تنگ کر دیتے ہیں اور جس کے چاہیں تنگ کر دیتے ہیں اور یہ لوگ دنیوی زندگی پر خوش ہوگئے ہیں حالاں کہ آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگی معمولی فائدہ ہے۔''

تمنائیں اور آرزوئیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيْرِ شَآبًّا فِي اثْنَتَيْنِ فِيْ حُبِّ الدُّنْيَا وَطُوْلِ الْاَمَلِ .

[البخاری: ٦٤٢٠۔ مسلم: ١٠٤٦/١١٤]

''بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کے متعلق ہمیشہ جوان رہتا ہے:

① ...... دنیا کی محبت، ② ...... لمبی آرزوئیں۔''

خریدے ہوئے مال میں خیر و برکت کی دعا

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص شادی کرے یا خادم خریدے تو یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ .

[ابوداؤد: ٢١٦٠۔ نسائی کبریٰ:١٠٠٩٢]

''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی نیکی مانگتا ہوں اور وہ نیکی بھی جس پر تو نے اس کو پیدا کیا اور میں تجھ سے اس کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں اور اس برائی سے بھی جس پر تو نے اس کو پیدا کیا۔''

اور جب کوئی اونٹ خریدتے تو اس کے کوہان کی چوٹی کو پکڑ کر اسی طرح کہتے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ............

اداریہ ═══ حافظ احمد شاکر

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کہ وطن عزیز کی سیاسی فضا میں ایک ہولناک سی خاموشی طاری ہے اور اس کو اَن ہونے خطرات نے گھیر رکھا ہے۔ نظر بہ ظاہر دکھائی یہ دے رہا ہے کہ کسی لیڈر، قیادت حتیٰ کہ انکل سام کو بھی کچھ نہیں سوجھ رہا کہ اپنے تیار کردہ منصوبے کو وہ کس طرح بروئے کار لائے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ سابقہ حکم رانوں کے سال بھر کے مظالم کی بہ ظاہر بجھی ہوئی راکھ نے سلگنا شروع کر دیا ہو، بے بسی کی شہادت سے سرفراز جامعہ حفصہ کی بے گناہ بچیوں کی آہوں کا خروش اب عرش عظیم کی بارگاہ میں انصاف کی التجا کر رہا ہو، یا باجوڑ کے مدرسہ میں زیر تعلیم دس دس، بارہ بارہ سال کے نمو پاتے قرآنِ حکیم کے طالب علموں کی اور بوقت تہجد وضو کرتے بچوں کی روحیں ربّ قدیر کی کرسی کے پائے پکڑے فریاد کناں ہوں کہ اے ربّ قہار وجبار! ہم بے گناہوں پر ظلم وجور روا رکھنے والے دنیا میں کب تک دندناتے رہیں گے؟ یاالٰہا! تو ذی الطّول بھی ہے اور شدید العقاب بھی! کیا ان ظالموں کی، ان کے آقاؤں کی، ان کے منصوبہ سازوں کی، ان کے مشیروں کی، ان کے معاونوں کی، اور اس ظلم پر خاموش اور بے نیاز رہنے والوں کی ڈھیل ابھی ختم نہیں ہوئی؟ یاالٰہی! ان کے ظلم کی رسی کتنی دراز ہے اور تو نے ان کو کتنی مہلت دے رکھی ہے؟

فضا میں سکوتِ مرگ کی سی کیفیت دیکھ کر دل اس لیے بھی دہل جاتا ہے کہ اگر کسی اجڑی ہوئی گود کی مامتا کی کوکھ سے کوئی بددعا نکل گئی ہو اور عرش بریں پر مالک نے اس کو شرفِ قبولیت بخش دیا تو اس کی تاب کون لا سکے گا؟ اپنے جگر گوشوں کو اللہ کی راہ میں اللہ کے سپرد کرنے والے والدین کی آسمانوں کی طرف اٹھنے والی بے بس نگاہوں اور لرزتے ہونٹوں کی بے زبانی سے اگر **عزیز ذوانتقام** کی صفت عدل اگر جوش میں آ گئی تو کیا مجرموں کو کہیں پناہ مل سکے گی؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ بے زبان طلبا وطالبات کو حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ کر جانے والوں اور قلفیاں کھانا ضروری جاننے والوں کی شامت اعمال کی سزا بے بس پاکستانی عوام کو سہنی پڑ جائے۔

سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ پاکستان کے حکم رانوں، سیاسی جماعتوں کے قائدین اور دینی جماعتوں کے عمائدین من حیث المجموع ماضی کے ان شعوری اور لاشعوری جرائم کو بھول کر ان کی شدت سے غافل ہو چکے ہیں، سب نومنتخب عوامی نمائندے آپا دھاپی میں رجھے ہوئے اور حصہ رسدی حاصل کرنے میں جتے ہوئے ہیں۔ حکومت وسیاست کے کسی طبقہ کو ان جیسے ملی گناہوں کا احساس ہی نہیں، اہل بصیرت کے مطابق اس طرح کے ملی گناہوں کی جب تک اجتماعی معافی نہ مانگی جائے اور ربّ غفور کی بارگاہ میں استغفار نہ کیا جائے تب تک کسی آزمائش وابتلا کا خطرہ باقی رہتا ہے۔ لیکن وطن عزیز کے حکم ران تو کجا سیاسی ومذہبی جماعتوں کی قیادت ابھی تک کسی غفلت، کوتاہی اور جرم کا اعتراف ہی نہیں کر رہی اور ان کو یاد بلکہ احساس تک نہیں کہ وہ عموماً کئی سال سے اور خصوصاً گزشتہ ۹ مارچ کے بعد سے اب تک اللہ کی مخلوق پر کیا کیا مظالم ڈھا چکے اور ان پر مجرمانہ سکوت اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ہر سیاسی جماعت کے مذہبی ونگ...... جو ہر جماعت نے بنایا ہوتا ہے......کو چاہیے کہ وہ اپنی ''دین داری'' کے نام کی لاج رکھتے ہوئے ان کو اجتماعی توبہ واستغفار کی طرف توجہ دلائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بستی ...... یا وطن ...... کے خاموش

رہنے والے علماء وصلحاء بھی اس عذاب کی پکڑ میں آ جائیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ قوموں پر اپنی حجت پوری کرنے کے بعد نازل فرماتا ہے۔ **اللھم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلكنا بعذابك وعافنا قبل ذلك ۔**

منصب کا ایثار اور انا کی قربانی:

عدلیہ کا اونٹ ابھی تک کسی کروٹ نہیں بیٹھ رہا۔ ۲ نومبر والی حالت پر عدلیہ کی بحالی پر کہیں مفادات آڑے آ رہے ہیں اور کہیں انا سینہ تانے کھڑی ہے۔ عدلیہ کی بحالی یا آئینی پیکج کی بند پوٹلی کے جھرنوں کی پھوٹتی شعاؤں سے جو مختلف شقیں اور پہلو چھن چھن کر باہر آ رہے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک ملک میں دو چیف جسٹس ہو ہی نہیں سکتے کہ عادل اور منصف ایک ہی ہوتا ہے اور ایک ہی ہونا چاہیے۔ دیکھا گیا ہے کہ نہ غیر متحرک چیف جسٹس صاحب نے رضا کارانہ طور پر اس منصب عالی سے دستبردار ہونے کی قربانی دے کر عوام کو سکھ کا سانس لینے کے عمل خیر کا اعزاز لینے کا اشارہ دیا اور نہ ہی متحرک چیف جسٹس صاحب کے دل ودماغ میں وطن اور عوام کی خاطر بہ رضا ورغبت کوئی اہم ایثار فرمانے کی لہر کوندی ہے کہ وہ وطن عزیز کی تاریخ میں اپنا نام روشن کر جائیں۔ حق حق ہے صحیح صحیح اور غلط غلط ہے لیکن تاریخ میں ان مردانِ حق کے نام سنہری حروف سے نمایاں رہتے ہیں جو اپنے حق کو حق جانتے ہوئے اس سے رضا کارانہ طور پر دستبردار ہو جائیں۔

غیر متحرک جج صاحبان خوب جان چکے ہیں کہ دنیا ان کے موقف کو برحق تسلیم کر چکی ہے۔ یہ بہت بڑی فتح ہے کہ ان کو معزول کرنے والے فرد واحد اور اس کے حواریوں اور مشیروں کے علاوہ پاکستان، یورپ اور قانون کی عالمی دنیا ان کی رائے اور عمل کی سچائی کو تسلیم کر چکی ہے جب ایک فریق کو سچا مان لیا جائے تو فریق مخالف خود بخود لائن کی دوسری جانب پہنچ جاتا ہے۔ اس لیے ہم جیسے ناقص الفہم وطن کے خدمت گاروں اور خیر خواہوں کی نظر میں غیر متحرک جج حضرات جیت چکے ہیں۔ متحرک جج بھی اگر ان کے ساتھ کھڑے ہو جائیں اور غیر متحرک جج ان کے اعزاز میں ایثار فرما دیں تو وطن عزیز میں جاری عدم استحکام کی فضا شاید ختم ہو جائے۔ ان معزز حضرات کے اس اعتراف، ایثار اور قربانی سے عوام میں ان کا احترام چنداں بڑھ جائے گا اور ان شاء اللہ عوام سکھ کا سانس بھی لے سکیں گے۔

عدلیہ بحران کے تناظر میں ایک بات ذہن میں آ گئی کہ ہمارے ملک بلکہ دنیا کے قانون کے مطابق کسی دوسرے ملک میں دوسرا چیف جسٹس ہو نہیں سکتا لیکن ہمارے یہی پڑھے لکھے قانون دان سیاسی لیڈر اور زعماء یہ خوب سمجھتے اور علی وجہ البصیرت جانتے ہوئے کہ انسان کا مشکل کشا، حاجت روا صرف اس کا خالق ومالک ہی ہے جس کو دنیا میں صرف اعمالِ صالحہ کی سفارش درکار ہوتی ہے لیکن ہم ہیں کہ کم از کم بے تو جہی سے اس کی مخلوق کو حاجت روا مشکل کشا مان کر ان کی قبروں پر حاضری دیتے یا کم از کم ان کی سفارش کروانے جاتے ہیں۔ خیر یہ بات تو ضمناً آ گئی اصل ضرورت اس وقت یہ ہے کہ وطن کا ہر فرد اپنی توانائی، صلاحیت، وقت اور پیسہ باہمی مناقشات اور جھگڑوں میں ضائع کرنے کی بجائے یک جان ہو کر اس طاغوت کے خلاف سینہ سپر ہو جائے جس نے خواہ مخواہ مسلمانوں کو نشانے پر لے رکھا ہے۔

اخبارات کی ایک خبر کے مطابق نو منتخب ممبران اسمبلی کے لیے پچاسی پچاسی (۸۵) لاکھ روپے کا ''فیڈر'' تیار کیا جا رہا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہماری یہ عوامی اور جمہوری حکومت اراکین اسمبلی کو یہ فیڈر دینے کی بجائے پاکستان کے عوام کو غذائی ضروریات سستے داموں مہیا کرنے میں صرف کرے کہ یہی سیاست ہے یہی حکومت اور اس کو عوام کی خدمت اور بھلائی کہا جاتا ہے کہ

خير الناس من ينفع الناس

انمول جواہرات

شیخ عمر فاروق

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَرْبَعٌ اِذَا كُنَّ فِيْكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ مِنَ الدُّنْيَا: حِفْظُ اَمَانَةٍ، وَصِدْقُ حَدِيْثٍ، وَحُسْنُ خَلِيْقَةٍ، وَعِفَّةٌ فِيْ طُعْمَةٍ۔" [رواه احمد والبيهقي في شعب الايمان۔ مشكوة، كتاب الرقاق، رقم الحديث: ٥٢٢٢]

''سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں چار چیزیں میسر ہوں تو دنیا کی کسی چیز سے بھی محرومی تمہارے لیے گھاٹے کی بات نہیں ...... ① امانت کی حفاظت، ② سچی بات کہنا، ③ خوش اخلاقی اور ④ حلال روزی۔''

''اللغۃ'':

حِفْظُ اَمَانَةٍ، امانت کی حفاظت، لفظ امانت کا مادہ (ا م ن) ہے، یہ اپنے معنی اور مطالب میں بڑی وسعت رکھتا ہے۔

''أَمِنَ، يَأْمَنُ، اَمْنًا وَاَمَانًا وَّاَمَانَةً''، مطمئن ہونا، بےخوف ہونا۔

'' أَمُنَ، يَأْمُنُ، اَمَانَةً ''امین ہونا، دیانت دار ہونا۔

آمَنَ، اِيْمَانًا، امن میں ہونا۔

آمَنَ فُلَانًا، امن دینا، بےخوف کرنا۔

آمَنَ بِاللّٰهِ، اللہ پر ایمان لانا۔ [القاموس الوحيد]

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''آپس کے لین دین کے معاملوں میں جو اخلاقی جوہر مرکزی حیثیت رکھتا ہے، وہ دیانت داری اور امانت ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے کاروبار میں ایمان دار ہو اور جس کا جس کسی پر جتنا (حق ہو) اس کو پوری دیانت سے رتی رتی ادا کر دے، اس کو عربی میں امانت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی شرعی تکلیف کو جسے اُس نے نوعِ انسانی کے سپرد کیا ہے، امانت کے لفظ سے ادا کیا ہے:

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ [الاحزاب:٣٣/٧٢]

''(ربّ کریم کا ارشاد ہے) ہم نے اپنی امانت آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کی۔ تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اُس سے ڈرے اور انسان نے اُس کو اٹھا لیا، بلاشبہ وہ ظالم اور نادان ہے۔''

اس سے ظاہر ہوا کہ یہ پوری شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے مطابق اپنے مالک کا پورا پورا حق ادا کریں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو خائن ٹھہریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرشتہ جو اللہ کا پیغام لے کر اُس کے خاص بندوں پر اترتا تھا، امانت سے متصف ہوتا تھا، تاکہ بندوں کے لیے جو حکم اللہ کی جانب سے آئے، وہ کمی وبیشی کے بغیر اللہ کا اصلی حکم سمجھا جائے۔ اسی لیے قرآن میں اس فرشتہ کا نام ''الامین'' رکھا گیا ہے۔

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ﴾ [الشعراء:٢٦/١٩٣]

''(اِس قرآنِ حکیم کو آپ کے قلب اطہر پر) امانت دار فرشتہ لے کر آیا۔''

اکثر پیغمبروں کی صفت میں بھی یہ لفظ قرآن میں آیا ہے کہ انھوں نے اپنی اپنی امت سے یہ کہا:

﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾ [الشعراء:٢٦/١٠٧]

”میں تمہارے لیے امانت دار قاصد ہوں۔“

یعنی اللہ سے جو پیغام مجھے ملا ہے، وہ بے کم و کاست تم کو پہنچاتا ہوں۔ ہمارے رسولِ اکرم ﷺ کو نبوت سے پہلے مکہ والوں کی طرف سے ”امین“ کا خطاب ملا تھا۔ کیوں کہ آپ ﷺ اپنے کاروبار میں دیانت دار تھے، اور جو لوگ جو کچھ آپ ﷺ کے پاس رکھواتے تھے وہ آپ ﷺ جوں کا توں اُن کو واپس کرتے تھے، اور بادشاہ ہرقل کے دربار میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے (جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے) رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اس طرح گواہی دی:

” اَنَّہٗ یَأمُرُ بِالصَّلَاۃِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالْوَفَاءِ بِالْعَھْدِ، وَأَدَاءِ الْاَمَانَۃِ ۔“

”آپ ﷺ نماز کا، صدق و صفا کا، عفت اور پاک دامنی کا عہد و پیمان کی پاسداری کا اور حفظ امانت کا حکم ارشاد فرماتے ہیں۔“

اس پر ہرقل نے فوراً کہا:

” وَھٰذِہٖ صِفَۃُ نَبِیٍّ ۔“

[بخاری، کتاب الشھادات، رقم الحدیث: ۲۶۸۱]

”یہ تو نبی کی صفات ہیں۔“

اسی طرح نیک عمل مسلمانوں کی صفت یہ بتائی گئی ہے:

﴿ وَ الَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَ عَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ ﴾

[المومنون: ۲۳/۸]

”اور جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس و لحاظ رکھتے ہیں۔“

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ خانہ کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ کے پاس رہتی تھی۔ فتح مکہ کے وقت وہ اُن کے ہاتھ سے زبردستی لے لی گئی، اس پر یہ آیت اُتری:

﴿ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ﴾

”بلاشبہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اُن کے مالکوں کے حوالہ کر دیا کرو۔“ [النساء: ۴/۵۸]

اِس حکم کے مطابق یہ امانت اُن کو واپس کی گئی، عثمان بن طلحہ نے جب پوچھا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے یہی حکم دیا ہے۔ وہ اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اسلام کے اس انصاف اور امانت داری کے حکم کا اُن پر یہ اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہوگئے۔ بہرحال یہ واقعہ صرف شانِ نزول کا حکم رکھتا ہے اور معنی کے لحاظ سے امانت کے ہر جزئیہ پر اس کا اطلاق یکساں ہوتا۔ اسی لیے اہل تفسیر کی تصریحات کے مطابق اس کی وسعت میں وہ امانت الٰہی بھی داخل ہے جس کا نام عموم کے ساتھ تکلیف شرعی ہے اور وہ امانت بھی داخل ہے جس کا نام عدل و انصاف ہے اور جو حاکموں کو اپنی رعایا کے حقوق کو ادا کرنے پر مجبور کرتا ہے، اور وہ تمام امانتیں بھی اس میں داخل ہیں جن کو اُن کے مالکوں کے سپرد کرنا ضروری ہے۔ [سیرت النبی، جلد ششم]

ایمان اور امانت لازم ملزوم ہیں:

امانت داری کا بندۂ مومن کے اندر پایا جانا لازمی وصف ہے۔ یوں کہیے کہ امانت داری ایمان کا لازمی ثمر اور یقینی علامت ہے اور رسول اللہ ﷺ اپنے خطبات میں اکثر ارشاد فرماتے:

” لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ ۔“

[کنز العمال بحوالہ سیرت النبی]

”وہ شخص صاحب ایمان ہی نہیں ہے جو امانت دار نہیں ہے۔“

اور مومن کی تعریف اس طرح آتی ہے:

” وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اٰمَنَہُ النَّاسُ عَلٰی دِمَائِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ۔“

[ترمذی، کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۲۱۱۸]

”اور (حقیقی) مومن وہ ہے کہ جس سے لوگوں کے جان و مال محفوظ ہو جائیں۔“

اسی طرح جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی سے اپنے معاملات کے بارے میں کوئی مشورہ طلب کرے تو اُسے امانت داری سے ٹھیک ٹھیک مشورہ دے دینا چاہیے۔ اس لیے حدیث میں آتا ہے:

” اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ “

[صحیح الجامع، رقم الحدیث: ۶۷۰۰]

”جس سے کوئی مشورہ لیا جائے اُسے ناصح اور امین بن کر اپنی

رائے دینی چاہیے۔''

اور جو شخص غلط مشورہ دے، وہ خائن کہلاتا ہے:

" وَمَنْ اَشَارَ عَلٰی اَخِیْهِ بِاَمْرٍ یَعْلَمُ اَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ ۔" [صحیح الجامع، رقم الحدیث: ٦٠٦٨]

''اور جو اپنے بھائی کو خیر اور بھلائی سے ہٹ کر کوئی مشورہ دے، اُس نے خیانت کی۔''

حکومت بڑی اہم ذمہ داری:

کسی ملک کی حکم رانی بڑی اہم ذمہ داری ہے۔حکم ران اگر نیک، صالح، دین دار اور امانت دار، لائق اور فاضل ہوں تو وہاں کے لوگ امن اور اطمینان سے رہتے ہیں۔ زندگی کے تمام شعبہ جات پھلتے پھولتے ہیں۔اس کے برعکس اگر وہ خائن، ظالم، مفاد پرست اور بے دین، نالائق اور اجڈ ہوں تو اُس ملک میں ہر طرف فتنے اور فساد پھیل جاتے ہیں۔اس لیے حکومت کا معاملہ بغیر صلاحیت اور دیانت داری کے کسی شخص کو نہیں سونپا جاسکتا، اس واقعہ پر غور کیجیے:

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کسی علاقہ کا امیر نہ بنادیں گے؟ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (شفقت سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پر تھپکی دی اور فرمایا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! تم (اس بار) کو اٹھانے میں کمزور ہو، یہ امارت امانت ہے اور ان لوگوں کے سوا جو اسے حق سے لیں اور اُس کی جملہ ذمہ داریوں سے بخیر وخوبی عہدہ برآ ہوجائیں، باقی تمام لوگوں کے لیے یہ روزِ قیامت حسرت وندامت ہے۔

[صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، رقم الحدیث: ٣٤٠٤]

اِس ذمہ داری کو اٹھانے کے لیے محض تقویٰ وطہارت ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس امانت کا بوجھ اٹھانے کے لیے بصیرتِ علم اور گہرا شعور بھی درکار ہے۔ دیکھئے سیدنا یوسف علیہ السلام نے ملک کے خزانوں کی نگرانی اور اُس کی خواہش نبوت وتقویٰ کی بنیاد پر نہیں کی بلکہ اُس کی چاہت، ہمدردی، اخلاص، علم اور شعور وآگہی پر کی۔ اِس آیہ مبارکہ پر غور کیجیے:

﴿ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴾ [یوسف:١٢/٥٥]

''(یوسف صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہا آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیجیے میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''سیدنا یوسف علیہ السلام کے اس اقدام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاص حالات میں اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ قوم اور ملک کو جو خطرات درپیش ہیں اور اُن سے نمٹنے کی اچھی صلاحیتیں میرے اندر موجود ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں، تو وہ اپنی اہلیت کے مطابق اس مخصوص عہدے اور منصب کی طلب کرسکتا ہے۔علاوہ ازیں سیدنا یوسف علیہ السلام نے تو سرے سے عہدہ ومنصب طلب ہی نہیں کیا، البتہ جب بادشاہ مصر نے انھیں پیش کش کی تو پھر ایسے عہدے کی خواہش کی، جس میں انھوں نے ملک اور قوم کی خدمت کا پہلو نمایاں دیکھا۔ [احسن البیان]

اوپر جو ابوذر رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزرا ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فہم وبصیرت سے پہچان لیا تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی طبیعت اِس بار کو اٹھانے کے قابل نہیں ہے۔آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر اُن کی صلاحیتوں کو دیکھ کر ہی بھیجا تھا اور اُن کو قیمتی نصائح سے بھی بہرہ ور فرمایا تھا۔

حکمران اور محاسبۂ آخرت کی فکر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو متنبہ فرمادیا کہ قربِ قیامت میں امانت ضائع ہوجائے گی اور حکومت پر نااہل لوگ قابض ہوجائیں گے۔

" إِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ، قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ: کَیْفَ إِضَاعَتُهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اِذَا اُسْنِدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ، فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ۔"

[بخاری، کتاب الرقاق، رقم الحدیث: ٦٤٩٦]

''(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) جب امانت ضائع ہوجائے (اور لوگ خائن بن جائیں) تو قیامت کا انتظار کرو۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (امانت کا) ضائع ہونا کیسے ہوگا؟ ارشاد ہوا: جب (امارت کا) عہدہ نااہل لوگوں کو سونپا

جائے گا (تو یہ امانت ضائع ہو جائے گی) تو اُس وقت قیامت کا انتظار کرو۔''

خلفائے اسلام اور فکرِ آخرت:

خلفائے اسلام نے خزانہ عامرہ کا جائز اور محتاط استعمال کیا، اس لیے کہ انھیں محاسبہ فکرِ آخرت ہر لحظہ دامن گیر رہتا تھا۔

مولانا محمد متین ہاشمی خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بیوی کو اس بات کا علم تھا کہ شوہر کو کھانا کھانے کے بعد کوئی میٹھی چیز کھانے کا شوق بہت زیادہ ہے۔ اُس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ کھانے کے بعد میٹھا کھانا سنت ہے مگر وہ اپنی سخت کوشش کے باوجود میٹھے کا انتظام نہیں کر سکتی تھی۔ کیوں کہ بیت المال سے جو وظیفہ ملتا تھا، وہ کھانے کی تیاری میں صرف ہو جاتا تھا لیکن بیوی تھی گرہستن اور کفایت شعار، اُس نے روزانہ کے اخراجات میں سے پیسہ دو پیسے بچانا شروع کیے، اس طرح کافی دنوں کے بعد وہ اس قابل ہوگئی کہ کوئی میٹھا کھانا تیار کر سکے۔

چناں چہ ایک دن آٹا اور گھی اور کھجور کا گڑ لائی، حلوا تیار کیا اور رات کے کھانے کے بعد خوشی خوشی شوہر نامدار کی خدمت میں پیش کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ راشد بہت خوش ہوئے کیوں کہ اُن کی پسندیدہ چیز اُن کے سامنے رکھی گئی تھی، مگر انھوں نے بیوی سے دریافت فرمایا یہ تو بتاؤ کہ تم نے یہ حلوا کس طرح تیار کیا؟ میرا مطلب ہے کہ تمھارے پاس اتنے پیسے کہاں سے آ گئے کہ تم نے یہ حلوا تیار کر لیا؟ یہ سوال سن کر بیوی سناٹے میں آ گئی۔ کیوں کہ وہ خلیفہ کے مزاج سے واقف تھی، وہ یہ جانتی تھی کہ یہ تو وہ شخص ہے جو خلیفہ بننے کے دوسرے ہی دن کپڑوں کے تھان کندھے پر رکھ کر بچوں کے لیے روزی کمانے نکل گیا تھا کہ راستے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے دریافت کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ اب آپ امیر المومنین ہیں، خلیفۃ الرسول ہیں، آپ کی شایانِ شان نہیں کہ کپڑوں کے تھان کندھے پر لاد کر گلی گلی پھیریں اور روزی کمائیں۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آخر یہ تو بتاؤ کہ میں اپنے بال بچوں کو کیا کھلاؤں؟ تجارت کرنا تو میرا پیشہ ہے۔

اُس وقت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ''مجلس شوریٰ'' بلائی اور بالاتفاق فیصلہ ہوا کہ خلیفہ اور اُن کے بال بچوں کے روزانہ کھانے کے اخراجات بیت المال سے ادا کر دیئے جائیں اور سال میں دو جوڑے کپڑے یعنی ایک جوڑا گرمی کا اور ایک جوڑا سردی کا انھیں بیت المال سے فراہم کیے جائیں۔

حلوے کے بارے میں بیوی نے اس طرح وضاحت کی، ''بیت المال سے جو روزینہ آتا ہے، اس میں سے پیسہ دو پیسہ بچا کر میں نے اکٹھا کیا اور اُس میں سے آپ کے لیے میں یہ حلوہ تیار کیا ہے''، خلیفہ نے حلوے سے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرے روزینہ میں میری ضروریات سے دو پیسے زیادہ آتے ہیں، ہاتھ دھو کر دستر خوان سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اُسی وقت بیت المال کے خزانچی کو حکم نامہ لکھا کہ میرے روزینہ میں سے دو پیسے کم کر دیئے جائیں کیوں کہ یہ ضروریات سے زیادہ ہیں۔

جب اس طرح کے مسلم حکمران تھے تو اسلامی مملکت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارشیں ہوتی تھیں۔ [روشنی]

ان ابرار و صالحین کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہمیشہ پیش نظر رہتا تھا:

﴿وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [انفال: ۲۷/۸]

''اور اپنی امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت نہ کرو۔''

پاکستانی حکمران اور امانت:

مندرجہ بالا سطور پڑھنے کے بعد آپ فیصلہ کیجیے کہ یہاں پر کیسے کیسے حکمران آئے، اُن کا مبلغ علم و حکمت کیا تھا؟ انھوں نے کس بیدردی سے خزانہ عامرہ کا استعمال کیا اور ملک کو کس حال میں پہنچا دیا؟ ملک کے خزانے سے اربوں روپے لوٹے ہوئے معاف بھی کرا لیے اور غریب عوام پر نت نئے ٹیکس لگا کر پھر اُن پر حکومت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ان شاء اللہ یہ تمام خیانتیں ظاہر ہو کر رہیں گی اور ظالموں کو بالآخر پوری پوری سزا دی جائے گی۔ [جاری ہے]



منگنی کی تکمیل پر مٹھائی تقسیم کرنا، منگیتر کو انگوٹھی خود پہنانا، شادی کے لیے دن مقرر کرنا، بارات کی رسوم، شب زفاف تحفہ، ڈھولکی وغیرہ، گلے میں ہار، رسم مھندی، ولیمہ قبل از نکاح، ایجاب وقبول، خطبہ وغیرہ امور اور رسوم

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان مدنی صاحب

سوال: شرع محمدی میں شادی بیاہ منگنی کے پیغام سے لے کر شب زفاف کی صبح ولیمہ تک کا کون سا طریقہ منقول ہے؟

نیز کیا شادی خالصۃً ایک شرعی حکم اور دینی معاملہ ہے کہ ایجاب وقبول سے قبل وبعد اس کی جزئیات میں بھی نماز روزہ کی طرح شرعی احکام کی پابندی ضروری ہے یا اس کی جزئیات لباس دوا اورغذا وغیرہ کی طرح ہر معاشرے، خطے یا قوم کے لحاظ سے ان کے رواج کے مطابق بشرطیکہ وہ کسی نص شرعی سے متصادم نہ ہوں مختلف ہوسکتی ہیں؟

اوّل صورت میں شادی کے درج ذیل امور ومعاملات جائز ہے یا نا جائز؟ بالدلیل تحریر فرمادیں، جزاکم اللہ خیراً۔

① ...... منگنی کی تکمیل پر مٹھائی وغیرہ کی تقسیم اور طرفین کا کپڑے وغیرہ لینا دینا۔

② ...... منگیتر کو منگنی کی انگوٹھی خود پہنانا۔

③ ...... میت کے چالیسویں کی طرح شادی کا دن مقرر کرنا۔

④ ...... دن مقرر کرنے کے لیے آنے والوں کو کپڑے وغیرہ دینا۔

⑤ ...... بارات یعنی جنج اور اس کے متعلقات شہ بالہ، بری، کھٹ یعنی دودھ پلائی اور اس کی لاگ وغیرہ۔

⑥ ...... شب زفاف میں دلہن کو خاص تحفہ مثلاً انگوٹھی یا گھڑی وغیرہ دینا۔

⑦ ...... پرات تھال یا گھڑے وغیرہ کو ڈھولکی پر قیاس کیا جائے گا، یا دف پر؟

⑧ ...... دلہے کا گلے میں پھولوں کا ہار یا نوٹوں کا ہار، مالہ وغیرہ ڈالنا۔

⑨ ...... رسم حنا یعنی مہندی کی رسم۔

⑩ ...... بعض لوگ ولیمہ نکاح سے پہلے کر لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

⑪ ...... کیا نکاح کے لیے لڑکی اور لڑکے کا گواہوں کی موجودگی میں صرف ایجاب وقبول کافی ہے، یا خطبہ نکاح لازمی شرط ہے۔

براہِ مہربانی ان سوالات کے جوابات قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ [عبیداللہ لطیف]

جواب: جس مومنہ عورت سے مسلمان مرد کو نکاح کی رغبت ہو اس کو پیغام دینا سنت ہے اور طرفین جب رضامندی کا اظہار کریں اور بات پکی ہوجائے تو اس کا نام منگنی ہے۔ بایں حالت دوسرے کے لیے جائز نہیں کہ اس پر نکاح کا پیغام دے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

” ولا يخطب الرجل على خطبة اخيه حتى يترك الخاطب قبله او يأذن له الخاطب ۔ “

[بخاری باب لا يخطب على خطبة اخيه]

”اور اپنے مسلمان بھائی کے پیغام پر پیغام نہ دے البتہ اگر وہ اپنے پیغام کو چھوڑ دے یا دوسرے پیغام دینے والے کو اجازت دے تو جائز ہے اور جس چیز اور مال کے عوض میں نکاح کیا جاتا ہے اس کو مہر اور صداق کہتے ہیں نکاح میں حسب حیثیت مہر دینا واجب ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾ [النساء: ٤]

”تم عورتوں کے مہروں کو خوشی خوشی ادا کرو۔“

ولی اور دو گواہوں کے پائے جانے کے بعد حاضرین کے سامنے ایجاب وقبول ہو جو نکاح کے ارکان میں سے ایک رکن ہے جو پہلے کہے

اس کو ایجاب کہتے ہیں اور اس کے جواب میں جو دوسرے لفظ بولے اُسے قبول کہتے ہیں۔

پھر خطبہ مسنونہ پڑھے اسے خطبۃ الحاجۃ کہا جاتا ہے اس کی تفصیل مشکوٰۃ کتاب النکاح میں ہے اس کا پڑھنا مستحب واجب نہیں اس کے بعد ایجاب وقبول کرایا جائے، یعنی لڑکے سے مخاطب ہوکر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص نے اپنی بیٹی مسماۃ فلانہ کو اپنی ولایت میں تمہاری زوجیت میں اتنے مہر کے بدلے نکاح کر دیا ہے۔ آپ نے قبول کرلیا وہ جواب دے کہ میں نے اتنے مہر کے بدلے اپنی زوجیت میں اسے قبول کرلیا اس کے بعد متعاقدین کو یہ دعا دی جائے۔

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَفِيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ ۔

''اللہ تعالیٰ تیرے اس کام میں برکت کرے اور تیرے واسطے برکت دے اور تجھ پر برکت نازل فرمائے اور تم دونوں میاں بیوی کے درمیان بھلائی ہو۔'' [بخاری]

یاد رہے کنواری لڑکی کا خاموش رہنا اجازت کے حکم میں ہے اور لڑکی کو علیحدہ ایجاب وقبول کرانے کا شریعت میں کوئی وجود نہیں۔ نکاح کے بعد چھواروں کو تقسیم کر دینے کا کوئی حرج نہیں۔ [مواہب لدینہ وغیرہ]

نکاح کے بعد لڑکی کو اگر خاوند کے ہاں رخصت کرنا ہو تو حسب توفیق ضروری لباس وغیرہ کے ساتھ رخصت کر دینا چاہیے نہ خلاف شرع کوئی کام ہو اور نہ تکلف بیجا ہو۔ اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا واقعہ ملاحظہ ہو:

فرماتی ہیں جب میری عمر چھ برس کی تھی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا اور میری رخصتی نو برس کی عمر میں ہوئی۔ فرمایا میں ہجرت کر کے مدینہ آئی ایک مہینے تک بخار آیا۔ میرے سر کے بال ٹوٹ ٹوٹ کر چھوٹے چھوٹے کانوں کی لو تک ہوگئے تھے۔ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولے پر تھی کہ میری ماں امّ رومان نے مجھے آواز دی میں حاضر ہوئی مجھ کو خبر نہیں تھی کہ وہ میرے ساتھ کیا کرنا چاہتی ہیں۔ مجھے دروازہ پر کھڑا کرلیا میں ہانپ رہی تھی۔ جب میرا ہانپنا ٹھہر گیا تو مجھے ایک گھر میں داخل کر دیا گیا اس میں انصار کی عورتیں تھیں۔ مجھے دیکھ کر دعائیں دینے لگیں خیر وبرکت اور اچھے نصیبے کی دعائیں دیں۔ میری ماں نے مجھے ان عورتوں کے حوالے کر دیا۔ ان عورتوں نے میرے سر کو دھویا اور مجھے ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ اتنے میں اچانک نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت تشریف لائے میں ڈر گئی۔ ان عورتوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ [مسلم]

یہ حضرت عائشہ کی رخصتی کا حال، نہ تکلف ہے نہ بارات ہے نہ ڈولا ہے اور نہ گھوڑا اور نہ وہ تکلفات ہیں جن کا اس زمانے میں رواج ہے۔ [ماخوذ از اسلامی خطبات]

ساری خیر وبرکت نکاح کو سادہ رکھنے میں ہے۔ اللہ ربّ العزت جملہ مسلمانوں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

امام نووی فرماتے ہیں زفاف وخلوت دن اور رات دونوں وقتوں میں درست ہے کوئی خصوصیت رات ہی کی نہیں۔ شوہر کو چاہیے کہ صحبت سے پہلے مہر کا کچھ نہ کچھ حصہ عورت کو دے دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا تو صحبت کا وقت آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دے نہ دیں صحبت نہ کریں۔ چناں چہ انھوں نے زرہ دے کر خلوت کی۔ [ابوداؤد]

پھر مستحب یہ ہے کہ دلہن کی آمد پر شوہر اس کو پینا وغیرہ پیش کرے اور بیوی کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر خیر وبرکت کی دعا کرے اور ان کے لیے مستحب یہ ہے کہ دونوں دو رکعتیں اکٹھی ادا کریں اور مجامعت کے موقعہ پر مسنون دعا پڑھیں۔ وطی قبل میں کرنی چاہیے دبر میں حرام ہے۔ پھر دو جماعوں کے درمیان وضو کرنا مستحب ہے اور غسل کرنا افضل ہے۔ زوجین کے لیے اکٹھے غسل کرنا بھی جائز ہے۔

جنبی کو چاہیے کہ سونے سے پہلے وضو کرلے لیکن غسل کرنا افضل ہے۔ بیوی سے وطی حالت طہر میں کرنی چاہیے ماہواری کی حالت میں حرام ہے۔ نکاح سے مقصود عفت وعصمت ہونی چاہیے۔ پھر صبح کے وقت عزیز واقارب آئیں اور اس کے لیے خیر وبرکت کی دعا کریں۔ پھر حیثیت کے مطابق ولیمہ کرنا چاہیے۔ [آدابِ زفاف، علامہ البانی]

نیز شادی کی تکمیل شرعی احکام کے مطابق ہونی چاہیے تاہم طبعی

خوشی کی بنا پر کبھی کوئی کام کرلیا جائے تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ شرعی احکام سے متعارض نہ ہو۔

سوالات کے جوابات بالاختصار ملاحظہ فرمائیں:

① ......شریعت میں اس کا کوئی اصل نہیں ہاں البتہ طبعی خوشی کی بنا پر کوئی حرج نہیں۔

② ......منگیتر کو چاندی کی انگوٹھی پہنانے میں حرج نہیں تاہم سونے کی انگوٹھی حرام ہے۔

③ ......شادی کا دن مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔ جب کہ چالیسویں کا شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

④ ......طبعی خوشی کی بناء پر کوئی حرج نہیں۔

⑤ ......ان رسوم سے اجتناب کرنا اولیٰ ہے۔

⑥ ......الفت کا اظہار ہونا چاہیے جیسے پہلے ذکر ہوا ہے۔

⑦ ...... ان چیزوں کی زیادہ مشابہت ڈھولکی وغیرہ سے معلوم ہوتی ہے۔لہٰذا ان سے احتراز کرنا چاہیے۔

⑧ ......طبعی خوشی کی بناء پر کوئی حرج نہیں۔

⑨ ......مہندی کی رسم سے اجتناب افضل ہے۔

⑩ ......ولیمہ رخصتی کے بعد ہونا چاہیے۔

⑪ ...... ایجاب وقبول واجب ہے جب کہ خطبہ نکاح ضروری نہیں صرف مستحب ہے۔

یاد رہے بالا امور میں سے جس کام کے کرنے سے غیر مسلموں سے مشابہت لازم آئے بہرصورت وہ حرام ہیں۔حدیث میں ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم ۔

یہ حدیث عام ہے زندگی کے ہر شعبہ کو شامل ہے جس میں لباس وضع قطع بھی داخل ہے بلکہ اوّل نمبر پر داخل ہے۔ کیوں کہ یہ ہر وقت کی شے ہے اور وہ شے ہے جس پر دور سے نظر پڑتی ہے۔ پس اس کو ضرور اللہ اور رسول ﷺ کے دشمنوں کی امتیازی صورت سے الگ کرنا چاہیے۔ مشار الیہ حدیث پر تفصیلی گفتگو کے لیے ملاحظہ ہو فتاویٰ اہل حدیث، جلد:۳،ص:۳۳۸۔لشیخنا محدث روپڑی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

❀❀..........❀..........❀❀

دین میں حدیث نبوی کا مقام اور اس کی حفاظت کا معجزانہ انتظام

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر حفظہ اللہ، اسلام آباد

حفاظت دین کے دو طریقے

پہلا طریقہ:

دین حق کی حجیت، دلیل اور برہان کے غلبے کا سامان اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اس میں کچھ ایسی داخلی شہادتیں رکھ دی ہیں جن کی صداقت پر کبھی حرف نہیں آیا، وہ متلاشیانِ حق کو سکون واطمینان فراہم کرتی ہیں، جس میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کا اعجاز سرفہرست ہے۔ قرآنِ حکیم میں متعدد ایسی تحدیات ہیں جن کا جواب کبھی کسی سے نہیں بن پڑا اور نہ کبھی بن پڑے گا۔ جس میں سب سے اہم اور معروف نظم قرآنِ کریم کا لفظی اعجاز اور معنوی جامعیت ہے۔ انہی کے مقابلے کا چیلنج بھی بار بار کیا گیا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے اعجاز حدیث کی ایک دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

" عن المقدام بن معدی کرب قال قال رسول الله ﷺ الا انی اوتیت القرآن ومثله معه الا یوشك رجل شبعان علی اریکته یقول علیکم بهذا القرآن فما وجدتم فیه من حلال فاحلوه وما وجدتم فیه من حرام فحرموه ۔ [رواه ابوداؤد: ٤٦٠٥]

''مقدام بن معدی کرب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار رہو! یقیناً مجھے قرآن بھی عطا کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی ہی ایک اور چیز بھی، خبردار رہو! عنقریب ایک شکم سیر شخص اپنے چھپر کھٹ سے یہ دعوت دے گا کہ بس قرآن ہی کو تھامے رکھو اس میں جو چیز حلال پاؤ، اسے حلال جانو اور جو چیز حرام پاؤ اسے حرام جانو۔''

الا وان ما حرم رسول الله مثل ما حرم الله ۔

[ابن ماجه، رقم: ١٢ و ٣١٩٣]

''خبردار! اللہ کے رسول ﷺ نے جو کچھ حرام قرار دیا ہے وہ بھی ویسے ہی حرام ہے جیسے اللہ کا حرام کیا ہوا ہے۔''

وعن ابی رافع قال قال رسول الله ﷺ لا الفین احدکم متکئا علی اریکته یاتیه الامر من امری مما امرت به او نهیت عنه فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب الله اتبعناه ۔

[احمد، ابوداؤد، ترمذی]

''ابورافع سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تم میں ایک شخص کو اس حال میں نہ پاؤں، وہ اپنے چھپر کھٹ پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو، میرا کوئی حکم امر یا نہی کا اس کو پہنچے تو وہ کہنے لگے کہ میں تو اسے جانتا نہیں ہوں، میں تو بس اس کی پیروی کروں گا جو قرآن میں ہم پاتے ہیں۔''

فتنہ انکارِ حدیث جو مختلف ناموں سے رونما ہوا ہے اس کا ایک روشن اور واضح عکس اعجاز حدیث کے اس شفاف آئینہ میں نظر آ رہا ہے، کس قدر صاف اور صریح الفاظ میں کا شانہ نبوت سے اس پیش گوئی کے ذریعے سے امت کو آگاہ کیا گیا کہ امت مسلمہ کی طرف نسبت رکھنے والے ہی کچھ شقاوت نصیب افراد اٹھ کھڑے ہوں گے جو کہیں گے ہمیں بس قرآن ہی کافی ہے اور حدیث سے ہم مستغنی ہیں۔

''شبعان'' (شکم سیر) اور ''متکئا علی اریکته'' (چھپر کھٹ پر تکیہ لگائے ہوئے) کے الفاظ سے جس مزاج اور ذہنیت کا نقشہ رسول اللہ ﷺ نے کھینچا ہے، منکرین حدیث کے سرغنوں اور اس فتنہ

کے بانیوں کو جو اہل علم جانتے ہیں وہ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اس کا واقعاتی اور عملی مصداق وہی لوگ ہیں جو علم ناقص، عقل سقیم، تلاشِ حق سے بے اعتنائی، خود بینی اور خود پسندی کے مخصوص نشان اپنے اندر رکھتے ہیں۔ یہ حدیث پرویزی معیار تحقیق کے مطابق صحیح بھی ہے۔

ان احادیث نبویہ میں اس قدر واضح معجزانہ خبریں ہیں کہ ان کے انکار کی کوئی صورت نہیں ہے، حیرت ہے کہ پھر بھی حرماں نصیبوں کو ہدایت میسر نہ آئی! صدق اللہ حیث قال:

﴿ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج:٤٦]

''بات یہ ہے کہ چہرے کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوجاتے ہیں۔''

احادیث مذکورہ میں نبی ﷺ کے مقام ومرتبہ اور امر ونہی اور تحلیل وتحریم کے باب میں آپ کے فرامین کی حجیت جس طرح بیان ہوئی ہیں، قرآنِ کریم میں بھی آپ ﷺ کا مقام ومرتبہ اور حیثیت بعینہٖ اسی طرح بیان ہوئی ہے، فرمایا:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ﴾ [التوبة:٢٩]

''ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اسے حرام نہیں سمجھتے جسے اللہ نے حرام کیا ہے اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔''

دوسرے مقام پر آپ ﷺ کے فرائض منصبی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ﴾

[الاعراف:١٥٧]

''اور وہ پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں۔''

عصر حاضر میں ظہور پذیر ہونے والی ایک حقیقت واقعہ کی وضاحت اور صدیوں قبل اس کی خبر کا حدیث میں ذکر ہونا حجیت حدیث کی داخلی شہادت ہے جو اہل الحدیث کے حق میں اور منکرین حدیث کے خلاف برہان ساطع ہے۔ **والحمد لله علی ذلك**

حفاظت دین کا ایک طریقہ تو یہ ہے، جس کا ذکر اوپر ہوا ہے کہ اس میں ذاتی اور داخلی قوت ہی اتنی مستحکم ہے کہ اس کے خلاف کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوسکتی اور اس کی طبیعت ہی اپنے اوپر کسی کا غلبہ قبول کرنے والی نہیں ہوتی۔

حفاظت دین کا دوسرا طریقہ:

یہ اختیار فرمایا گیا کہ اس کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کچھ ایسی طاقت ور علمی، فکری اور عملی اعتبار سے مضبوط اور قابل اعتماد محافظ شخصیات پیدا فرمائیں جن کی زندگی کا مقصد وحید ہی دین کی حفاظت تھا۔ جن کا طبعی ذوق اور ذہنی میلان ہی اس کام کے لیے انتہائی مفید اور مناسب تھا۔ یوں لگتا ہے کہ وہ لوگ پیدا ہی اس کام کے لیے کیے گئے تھے اور انہوں نے اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ اپنی تمام استعدادات اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر دین کی حفاظت کا ایسا بندوبست کیا اور اپنی بہترین فکری وعملی قوتوں کی بدولت دین کی عقیدہ وعمل کی سرحدوں اور اس کے حقیقی اور اصلی دونوں سرچشموں کتاب وسنت کے الفاظ ومتون اور معانی ومفاہیم کے تحفظ کا ایسا بے نظیر اہتمام کیا کہ ان میں کسی ادنی سے تغیر وتبدل اور خلل کو برداشت کرنا بھی ان کی طبائع پر گراں گزرتا تھا، اور حفظ دین کا یہ طریق مسلسل وپیہم امت کے اعلیٰ ترین افرادِ کار کے ذریعے ہمیشہ جاری رہا اور اس کے لیے اللہ نے ایسا ظاہر وباہر انتظام فرمایا جو بذات خود دین کی حقانیت وصداقت کی ایک حجت ودلیل ہے، مثلاً:

الف: ائمہ ہدی کی تجدیدی مساعی:

امت کو دین کی حفاظت کی نوید رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل الفاظ میں دی ہے:

عن ابی هريرة فيما اعلم عن رسول الله ﷺ قال: إن الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مائة سنة

من يجدد لها دينها ۔" [رواہ ابوداؤد: ٤٢٩١]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے شروع میں ایسے لوگ پیدا فرماتا رہے گا، جو اس کے لیے اس کے دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔''

یعنی حفاظت دین کے لیے تجدیدی مساعی سرانجام دیتے رہیں گے، اور دین اسلام کے نشانات اور معالم کبھی مٹنے نہیں پائیں گے، نہ ہی لوگوں کے ہاں اس کے احکام ومسائل سے اجنبیت پیدا ہوگی، بلکہ دین ہمیشہ تر وتازہ اور روشن رہے گا، کوئی اس کے الفاظ ومعانی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر پائے گا، اگر کوئی شکوک وشبہات پیدا کرے گا اور اس کے خلاف دھول اڑانے کی کوشش کرے گا، تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کی اصل شکل کو پھر سے لوگوں کے سامنے اجاگر کرنے کے لیے ہر صدی میں مجدد دین میدان عمل میں آتے رہیں گے، جن کی تجدیدی مساعی کی بدولت تاقیامت دین اپنی اصل حالت میں محفوظ ومصئون رہے گا۔

الحمد للہ! ائمہ ہدیٰ، علماء وفقہاء اور محدثین کرام کی دین کے لیے تجدیدی مساعی کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے، جس کے نتیجے میں کتاب وسنت کے الفاظ ومعانی بعینہٖ عہد نبوی کی طرح تر وتازہ اور محفوظ ہیں۔

ب: محدثین کرام کے کارنامے:

اس پر مستزاد کہ اس مبارک علم کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اہل علم کو توفیق سے نوازنے کا وعدہ بھی اپنے حبیب ﷺ کی زبان مبارک سے فرمایا ہے، حدیث میں ہے:

عن أسامة بن زيد عن النبی ﷺ أنه قال: "يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين ۔"

[رواه الدار قطنی]

''اسامہ بن زید سے مروی ہے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر آنے والی نسل میں سے عادل لوگ اس علم کو حاصل کرتے رہیں گے، جو اس سے غالی لوگوں کی تحریفات کی نفی کرتے رہیں گے، اہل باطل کی خود ساختہ تلبیسات اور جاہلوں کی تاویلات کا ازالہ کرتے رہیں گے۔''

اس پیش گوئی کے عین مطابق پوری اسلامی تاریخ میں کبھی کوئی دور ایسا نہیں گزرا، جب اہل علم کی ایک معقول تعداد ایسی موجود نہ رہی ہو، جو کتاب وسنت کی لفظی ومعنوی حفاظت کا فریضہ ادا کرنے کی اہل ہو، بلکہ ہر دور میں ایسے علماء کی ایک بڑی تعداد اس استعداد کے ساتھ موجود رہی اور اس نے اپنے آپ کو اس مقدس اور مبارک کام کے لیے وقف بھی کیے رکھا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے رسالت مآب ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ایک بھی حدیث امت کے علم سے محو نہیں ہونے پائی اور ذخیرہ حدیث میں ایک بھی موضوع حدیث داخل نہیں کی جاسکی۔ آپ ﷺ کا کوئی ایک بھی مبارک عمل امت کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو پایا اور نہ ہی ہزار کوششوں کے باوجود امت کو آپ ﷺ کے اقوال وافعال سے برگشتہ کرنے میں کوئی کامیابی حاصل ہوسکی ہے۔

اسوۂ حسنہ کی حفاظت اور اس کی روشنی میں اسلامی تعلیمات اور نظام زندگی کی ترتیب وتدوین محدثین کرام کا ایک بڑا کارنامہ ہے، جو انہوں نے صحاح ستہ کی شکل میں سرانجام دیا اور امت نے اسے قبول کیا، اور اس کے ساتھ منقول علم کلام کی روشنی میں انہوں نے فرق ضالہ کا استیصال بھی کیا، جن کے پیش نظر:

① ...... وحی سے اعتماد اٹھانا اور اسے مشکوک بنانا تھا، جیسے روافض کا طرزِ عمل ہے۔

② ...... عقل کی روشنی میں اس کی من مانی تاویل جو انکار کا ایک طریقہ ہے، جیسے جہمیہ ومعتزلہ کے افکار ہیں۔

③ ...... نبوت کا مقام کم کرکے احادیث کا جزوی انکار، جیسے خوارج وقدریہ کے نظریات ہیں۔

امام بخاری نے بالخصوص ان سب کا محاسبہ کیا۔ اس طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف حدیث ہی نہیں، دین کی علمی وفکری اور عملی حفاظت کا کارنامہ بھی انجام دیا، امت میں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ پھر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے مدرسۂ فکر نے انہی کے نہج اور اصولوں کی روشنی میں ان کا تعاقب کیا کہ اس کے بعد زیر زمین ان کا کام اور بوسیدہ

کتابوں میں ان کا نام تو ملتا ہے،مگران کا وجوداوران کی شناخت ان کے ناموں سے مسلم معاشروں میں تقریباًنہ ہونے کے برابر ہے۔حالاں کہ ہمیشہ حکومتوں نے ان کی سرپرستی اوران کے افکار کی آبیاری بھی کی،مگر اللہ کا فیصلہ ہے:

﴿ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴾

[الرعد:١٧]

''پھر جو جھاگ ہے،سو بے کار چلا جاتا ہے اور رہی وہ چیز جو لوگوں کو نفع دیتی ہے،سو زمین میں رہ جاتی ہے،اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے۔''

بعد کی صدیوں میں ان میں کوئی نامور ہوا اور نہ کسی کا کام متعارف ہوا،اگران میں سے کسی کی شہرت باقی ہے،تو کتاب وسنت کی خدمت کی بدولت ہے،اپنے باطل افکار کی وجہ سے نہیں اور وہ لوگ مسلم معاشروں سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔

طلبہ علم خاطر جمع رکھیں، دورِ حاضر کے معتزلہ اور یورپ زدہ مدعیان علم وتحقیق بھی حکومتی حمایت کے بل بوتے پر عوامی سطح پر تو رقص کرسکتے ہیں،بگڑے ہوؤں کو مزید بگاڑ سکتے ہیں،مگر اہل ایمان کے دلوں میں جگہ نہیں بنا سکتے۔اللہ کے بجائے چڑھتے سورج کے یہ پجاری غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی غرق آب ہوجائیں گے۔پھران کے جان لیوا تو بہت ہوں گے،مگر نام لیوا کوئی نہیں ہوگا۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴾ [مریم: ٩٦،٩٧]

''بے شک جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک عمل کیے، عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت پیدا کردے گا۔سواس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کردیا ہے تاکہ تو اس کے ساتھ متقی لوگوں کو خوشخبری دے اوراس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائے،جو سخت جھگڑالو ہیں۔''

قحط الرجال کے اس دور میں بھی جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں، حدیث سے متعلق جملہ علوم وفنون کے ماہرین دنیا بھر میں بمقدار وافر موجود ہیں، بلکہ مصداق حدیث نبوی:

" ان اللّٰہ ینصر ھذا الدین بالرجل الفاجر ۔"

عصر حاضر میں تو بعض کفار بھی حدیث نبوی کی خدمت میں مسلمانوں کا ہاتھ بٹا رہے ہیں،خواہ ان کی نیت فاسد ہی کیوں نہ ہو۔یہ بدنصیبی صرف نام نہاد مسلمانوں کے ایک گروہ کے حصہ میں ہی آئی ہے کہ وہ لوگوں کو یہ باور کرانے میں مصروف ہیں کہ ہم کتاب اللہ کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے سنت وحدیث نبوی کے محتاج نہیں ہیں۔ان کا اصل مقصد لوگوں کو دین سے برگشتہ کرنا ہے، سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴾ [الانعام:٣٣]

''سو یقیناً یہ لوگ تجھے نہیں جھٹلا رہے،لیکن ظالم لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔''

ج: حفظ دین کے لیے طائفہ منصورہ کی لازوال خدمات:

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے مصادر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی علمی وعملی حفاظت کے لیے ایک ایسی جماعت کے وجود کی خوشخبری بھی اپنے رسول ﷺ کے ذریعے اپنے بندوں کو دی، جو مسلسل وپیہم باستمرار اس دین پر قائم ودائم اور عمل پیرا رہے گی۔انہیں اس پر کاربند رہنے کے لیے نصرتِ الٰہی بھی حاصل ہوگی،جس کی بدولت وہ کبھی بے یارومددگار ہوگی اور نہ ہی اس کے مخالفین انہیں دینی امور میں کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔

حفاظت دین کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کی کس قدر ڈھارس بندھائی کہ وہ خاطر جمع رکھیں اور کتاب وسنت اوراس پر عمل کی حفاظت کے بارے میں مطمئن رہیں،اس میں کبھی خلل نہیں آئے گا۔جہاں افراد وافذاذ اس کی حمایت وتائید کے لیے کمربستہ رہیں گے،وہاں ایسے افراد سے ایک جماعت بھی تشکیل پائے گی اور ہمیشہ برسرپیکار رہے گی،فرمایا:

عن معاوية قال سمعت النبی ﷺ یقول: ”لا تزال طائفة من أمتی قائمة بأمر الله لا یضرهم من خذلهم أو خالفهم حتی یأتی أمر الله وهم ظاهرون علی الناس ۔“

[بخاری: ۳٦٤۱۔ مسلم: ۲۰۳۷]

”سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ’میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی، نہ انھیں اکیلا چھوڑ کر کوئی ان کا نقصان کر سکے گا اور نہ ان کی مخالفت کر کے ان کا کچھ بگاڑ سکے گا، حتی کہ قیامت آ جائے گی، اور انہیں لوگوں پر غلبہ حاصل رہے گا۔‘“

اسی جماعت کے منہج کو اللہ تعالیٰ نے ”سبیل المومنین“ کہا ہے، اور اس کی مخالفت کو اپنے عذاب کا موجب ٹھہرایا ہے۔[النساء: ۱۱۵]

امام بخاری رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق یہ طائفہ منصورہ ”اہل العلم“ کی جماعت ہے، یہ پیش گوئی بھی نبی ﷺ کے دلائل نبوت میں سے ہے، جو من وعن پوری ہو رہی ہے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی ان داخلی شہادتوں سے یہ امر واضح ہے کہ حدیث وسنت مکمل طور پر محفوظ ہے اور ہمیشہ محفوظ رہے گی، یہ اللہ کی حفاظت میں ہیں اور اللہ نے ان کی حفاظت اور دوام کا وعدہ اپنے بندوں سے کیا ہوا ہے اور اللہ سے بڑھ کر وعدے پورے کرنے والا کوئی نہیں ہے:

﴿ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ ﴾ [التوبة: ۱۱۱]

اہل علم کی جدوجہد تو محض ایک شرف ہے، جو اللہ نے انھیں بخشا ہے، جس کے نتیجے میں دنیا میں انھیں نضارت اور تروتازگی حاصل ہوگی اور آخرت میں اپنی منزل جنت تک رسائی آسان ہوگی، ان شاء اللہ۔

ایسے ہی اہل جہل وعناد کی سعی نامشکور قطعاً بے سود اور ان کے خلاف ایک حجت ہے، جس کے نتیجے میں وہ دنیا میں ذلت ورسوائی کا شکار ہوں گے اور آخرت میں مبتلائے عذاب ہوں گے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور: ٦۳]

”سو جو لوگ اس (نبی ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے کہیں ان پر کوئی آفت نہ آن پڑے، یا دردناک عذاب نہ آ جائے۔“

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین



حافظ ابو بشر الدولابی رحمہ اللہ

محمد خبیب احمد، ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد

امام کی روایت پر کلام:

امام ابوحنیفہ سے اس روایت کو ایک جماعت نے موصول (معبد عن النبی ﷺ) بیان کیا ہے، جب کہ کچھ نے اسے مرسل بیان کیا ہے۔

① ...... مکی بن ابراہیم المقری [ثقہ ثبت، التقریب:۶۷۷۴]، سنن دارقطنی [ج:۱،ص:۱۶۷،ح:۲۲]

② ...... سعد بن الصلت [الامام المحدث الکوفی، سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج:۹،ص:۳۱۷]، اسد الغابۃ لابن الاثیر الجزری [ج:۴، ص:۳۹۱]

③ ...... قاضی ابو یوسف [ان کا ترجمہ دیکھئے، ماہنامہ ''الحدیث''، شمارہ:۱۹،ص:۴۵،۵۵] کتاب الآثار لابی یوسف، رقم:۱۳۵

④ ...... ابو یحییٰ الحمانی عبدالحمید بن عبدالرحمٰن، صدوق یخطی [التقریب،ترجمہ:۴۱۹۶] الکامل لابن عدی، ج:۳،ص:۱۰۲۷۔ انھی کی سند سے بیہقی الخلافیات میں [ج:۲،ص:۳۹۲،رقم:۲۷۷] میں

عن ابی حنیفة عن منصور بن زاذان عن الحسن عن معبد عن النبی ﷺ۔

یعنی موصولاً روایت کرتے ہیں۔ جب کہ ان کے برخلاف

① ...... محمد بن حسن شیبانی [اس کا ترجمہ دیکھنے کے لیے مراجعت فرمائیں، ماہنامہ ''الحدیث''، شمارہ: ،ص:] الحجة علی اهل المدینة للشیبانی، [ج:۱،ص:۲۰۴،۲۰۶]

② ...... حسن زیاد لؤلؤی [ماہنامہ ''الحدیث''، شمارہ:۱۶، ص:۳۰۔۳۷، بحوالہ الجوہر النقی لابن الترکمانی، ج:۱،ص:۱۴۵] اور

③ ...... زفر [الکامل لابن عدی، ج:۳،ص:۱۰۲۷] میں

عن ابی حنیفة عن منصور بن زاذان عن الحسن للبصری عن النبی ﷺ۔

یعنی مرسلاً معبد راوی کے واسطے کے بغیر ہی روایت کرتے ہیں۔

ایسی صورت میں اس روایت کے دو حل ہیں:

① ...... امام ابوحنیفہ نے کبھی تو اسے موصول بیان کیا اور کبھی مرسل۔ ان کے شاگردوں نے جس طرح اُسے سنا اسی طرح بیان کر دیا۔

② ...... اسے موصول بیان کرنے والی ایک ایسی جماعت ہے جس کے رواۃ تعدیل کے اعلیٰ درجات پر بھی فائز ہیں۔ جب کہ ان کے مدمقابل اسے مرسل بیان کرنے والے ضعفاء اور متروکین وغیرہ ہیں۔ اس لیے راجح یہی ہے کہ یہ روایت امام صاحب سے موصول ہی مروی ہے۔ اسی موصول بیان کرنے کی وجہ سے تو محدثین نے ان پر تنقید کی ہے، جس کی تفصیل آئندہ آ رہی ہے۔

امام ابوحنیفہ کا ثقات کی مخالفت کرنا:

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ اس حدیث کو منصور بن زاذان عن الحسن البصری عن معبد عن النبی ﷺ کی سند سے روایت کرتے ہیں۔

امام منصور بن زاذان، جو ثقہ ثبت اور کتب ستہ کے راوی ہیں [التقریب:۶۷۷۴] کے تین شاگرد جو کہ عدالت اور ثقاہت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہیں، اس روایت کو امام ابوحنیفہ کے بالکل خلاف بیان کرتے ہیں۔

① ...... ھشیم بن بشیر، ابن زاذان کے پہلے شاگرد، جو کہ ثقہ ثبت

اورکتب ستہ کے راوی ہیں، [التقریب: ۸۲۳۲] نے اسی حدیث الضحک کو دوواسطوں سے بیان کیا ہے:

(۱)...... عن منصور بن زاذان عن ابن سيرين

(۲)...... عن خالد الحذاء عن حفصة عن ابی العالية أن النبی ﷺ ـ [سنن دارقطنی، ج:۱، ص:۱٦۷ـ۱٦۸، ح:۲٤،۲٥ـ والخلافيات للبيهقی، ج:۲، ص:۳۹٦، رقم:۷۳۰]

یعنی ان دونوں سندوں میں حسن بصری عن معبد کا واسطہ ہی نہیں، جیسا کہ امام ابوحنیفہ نے منصور بن زاذان سے بیان کیا ہے۔

پھر ھشیم کی دوسری سند (عن خالد الحذاء......) میں امام سفیان ثوری، وہیب بن خالد اور شیخ الاسلام امام حماد بن سلمہ نے، ھشیم کی متابعت کررکھی ہے۔[سنن دار قطنی، ج:۱، ص:۱٦۸ـ۱٦۹، ح:۲٦،۲۷ـ سفيان ثوری، ح:۲۸ـ حماد بن سلمه، ح:٦۹، وهيب بن خالد]

②......غیلان بن جامع: ابن زاذان سے اس روایت کے دوسرے راوی غیلان جو کہ ثقہ ہیں[التقریب:۵۳۵-] نے اس حدیث کی سند یوں بیان کی ہے:

عن منصور بن زاذان عن معبد الجهنی كان النبی ﷺ ـ [سنن دارقطنی، ج:۱، ص:۱٦۷، ح:۲۳]

حافظ الدنیا امام دارقطنی ان رواۃ کے مابین تقابلی جائزے کے بعد فرماتے ہیں:

''ھشیم اور غیلان (امام) ابوحنیفہ سے زیادہ اسانید کو یاد رکھنے والے ہیں۔'' [سنن دارقطنی، ج:۱، ص:۱۶۷]

امام بیہقی نے الخلافیات [ج:۲، ص:۳۹۴] میں ان کی ہمنوائی کی ہے۔

③...... وضاح بن عبداللہ الواسطی ابوعوانہ: یہ بھی ثقہ ثبت اور کتب ستہ کے راوی ہیں۔[التقریب:۸۳۴۱]

حافظ ابن عدی امام منصور بن زاذان کے شاگردوں کے مابین اختلاف کے بارے میں رقم طراز ہیں:

امام منصور بن زاذان جو کہ شہر واسط کے باشندے (اور مشہور محدث) ہیں، ان کے دوشاگرد ھشیم بن بشیر اور ابوعوانہ وضاح بن عبداللہ بھی اسی شہر واسط کے رہائشی ہیں۔ بلکہ ھشیم کا شمار تو ابن زاذان کے خاص تلامذہ میں ہوتا ہے۔

ان سب قرائن کے باوجود، اس حدیث کو حضرت حسن بصری کی سند سے نہ تو وہ (ھشیم اور ابوعوانہ) موصول بیان کرتے ہیں اور نہ ہی مرسل۔ یعنی اس سند میں امام حسن بصری عن معبد کا واسطہ سرے سے ہی موجود نہیں ہے۔ [الکامل لابن عدی، ج:۳،ص:۱۰۲۸،بتصرف یسیر]

حافظ ابن عدی کا مقصود بالکل واضح ہے کہ ایک ہی شہر کے باشندے اپنے شہر کے مشہور محدث سے تو یہ روایت اس سند سے نہیں کرتے پھر امام ابوحنیفہ سے حسن بصری عن معبد کا واسطہ کیسے ممکن ہوگیا؟ جب کہ آپ کوفی ہیں۔ پھر آپ نے اسے موصول کیسے بیان کردیا؟

مخالفت کی ایک اور زبردست دلیل:

امام حسن بصری کے انتہائی خاص شاگرد، بلکہ اپنی زندگی کا ایک عرصہ آپ کی خدمت اور رفاقت میں گزارنے والے راوی ہشام بن حسان ازدی ہیں۔ جنھوں نے اس روایت کو امام حسن بصری سے مرسلاً ہی بیان کیا ہے۔ یہاں تک کہ حافظ دارقطنی نے حضرت حسن بصری سے اسی مرسل روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ نیز دیکھئے الکامل لابن عدی [ج:۳، ص:۱۰۲۸]، الخلافيات للبيهقی [ج:۲، ص:۳۹٤]، سنن دارقطنی [ج:۱، ص:۱٦٥، ح:۱٤]، السنن الكبریٰ للبيهقی [ج:۱، ص:۱٤٦]

ہشام ابن حسان کا امام حسن بصری سے سماع کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"ثقة من أثبت الناس فی ابن سيرين، وفی روايته عن الحسن وعطاء فقال لانه قيل: كان يرسل عنهما ـ" [التقريب:۸۲۰٥]

''کہ ہشام ثقہ ہیں، (امام) ابن سیرین سے (روایت کرنے

میں تمام راویوں سے اثبت ہیں، اوران کی حسن (بصری) اور عطاء کی روایات میں کلام (تنقید) ہے۔ کیوں کہ کہا گیا ہے کہ وہ ان دونوں سے ارسال کیا کرتے تھے۔''

جب کہ صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ اس کا حسن بصری سے سماع ثابت ہے۔

① ...... شیخ الاسلام امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا حسن بصری سے سماع ثابت کیا ہے۔ [التاریخ الکبیر، ج:۸،ص:۱۹۷،ترجمہ:۲۶۸۹]

② ...... امام احمد بن حنبل اورامام ابونعیم تو فرماتے ہیں:

''ہشام دس برس تک حسن بصری کی رفاقت میں رہے۔''

[العلل ومعرفة ابهال لأحمد بن حنبل، ج:١، ص:٢٤٦، فقرہ: ١٣٩٨ دوسرا نسخه، ج:١، ص:٢١٨، فقرہ:١٣٩٨۔ وحلية الاولياء لابى نعيم، ج:٦، ص:٢٦٩]

③ ...... امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام حاکم نے ہشام کی حسن بصری سے روایات کی تصحیح کی ہے۔

① امام بخاری، دیکھئے ہدی الساری لابن حجر، ص:۴۴۸

② امام مسلم، ح:۶/ ۱۶۴۸، طبع دارالسلام: ۴۲۶۲ و۶۴/ ۱۸۵۴ طبع دارالسلام: ۴۸۰۳۔

③ امام ترمذی، سنن الترمذی، ح:۱۸۶۱، ۲۲۶۵ وقال حسن صحیح

④ امام الائمہ ابن خزیمہ، صحیح ابن خزیمہ، ج:۲، ص:۹۷، ح:۹۹۴، ج:۴،ص:۱۴۵، ح:۲۵۴۹۔

⑤ امام ابن حبان، صحیح ابن حبان ...... الاحسان ...... ج:۱، ص:۳۳۳، ح:۴۴۱، ج:۳، ص:۱۲، ح:۱۴۵۹، ج:۴، ص:۱۴۸، ح:۲۶۴۱، ج:۷،ص:۴۱۰، ح:۵۴۶۰، ج:۹،ص:۲۳۹، ح:۷۳۳۹۔ دوسرا نسخہ، ح:۴۴۰، ۱۴۶۱، ۲۶۵۰، ۵۴۸۴، ۷۳۸۳۔

⑥ امام حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ج:۲، ص:۶۸، ۶۹، ج:۴،ص:۳۶۷۔

④ ...... خود ہشام بن حسان اپنے بارے میں فرماتے ہیں ''میں حسن بصری کے ساتھ دس برس تک رہا۔'' [التاریخ لیحیی بن معین بروایۃ الدوری، ج:۴، ص:۲۱۹، فقرہ:۴۰۵۱]، التاریخ الکبیر للبخاری [ج:۸، ص:۱۹۷]، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم، ج:۹، ص:۵۶] سندہ صحیح۔

اس لیے ہشام کے حسن بصری سے سماع میں کوئی شک نہیں ہے اور جنھوں نے ان کے سماع کی نفی کی ہے ان کی بات مرجوح ہے۔ کیوں کہ مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ اس بارے میں مزید تفصیل معلوم کرنے کے لیے دیکھئے: المرسل الخفی وعلاقتہ بالتدلیس الشریف حاتم بن عارف العونی، ج:۲، ص:۵۵۵۔۵۶۱

معبد راوی کے تعین میں اختلاف:

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ زفر، محمد بن حسن وغیرہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس روایت کو مرسل، جب کہ ان کے برعکس ایک جماعت نے اسے موصول بیان کیا ہے۔ امام صاحب نے اسے مسند معبد سے بتلایا ہے جس کے تعین میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف چلا آ رہا ہے۔

① ...... معبد کو کسی نسبت اور تحدید کے بغیر ابن قانع نے معجم الصحابۃ [ج:۱۴، ص:۴۸۹۷، ح:۱۹۰۰]، ابن عدی نے الکامل [ج:۳، ص:۱۰۲۷]، ابونعیم نے معرفۃ الصحابۃ [ج:۵، ص:۲۵۲۹، ح:۶۱۲۴]، دارقطنی نے السنن [ج:۱، ص:۱۶۷، ح:۲۲]، بیہقی نے الخلافیات [ج:۲، ص:۳۹۲، ح:۷۲۷]، ابن الجوزی نے التحقیق فی احادیث الخلاف [ج:۱، ص:۱۹۶، ح:۲۱۸]، ابن عبد الہادی نے تنقیح تحقیق احادیث التعلیق [ج:۱، ص:۱۷۰، ۱۷۱، ح:۲۳۸]، ابن الاثیر الجزری نے اسد الغابۃ [ج:۴، ص:۳۹۱]، قاضی ابو یوسف نے الآثار [رقم:۱۳۵] میں بیان کیا ہے۔

② ...... حافظ دولابی فرماتے ہیں کہ یہ معبد بن ہوذہ ہیں جنھیں امام بخاری نے اپنی کتاب ''تسمیۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں ذکر کیا ہے۔ [الکامل لابن عدی، ج:۳، ص:۱۰۲۷]

نیز دیکھئے: التاریخ الکبیر للبخاری [ج:۷، ص:۳۹۸، ترجمہ: ۱۷۴۰]

③...... حافظ ابونعیم نے معرفۃ الصحابۃ [ج:۵، ص:۲۵۲۹، ح:۶۱۲۴] میں اسے معبد ابن ابی معبد الکعبی خزاعی قرار دیا ہے۔ کیوں کہ امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہوئے مکی بن ابراہیم اسے معبد بن ابی معبد کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔

[دیکھئے: تجرید اسماء الصحابۃ للذہبی، ج:۲، ص:۸۴، ترجمہ:۹۴۷]

کچھ نے تو اسے معبد بن ام معبد قرار دیا ہے۔

[الاصابۃ لابن حجر، ج:۵، ص:۲۹۵]

علامہ ابن الترکمانی الجوہر النقی [ج:۱، ص:۱۴۵۔۱۴۶] میں اس جانب گئے ہیں کہ یہ راوی معبد خزاعی ہے یا پھر یہ راوی معبد جہنی ہے اور جہنی بھی وہ جو قدری نہیں ہے اور اگر اسے قدری تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی اس کے صحابی ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ فتح مکہ کے روز قبیلہ جہینہ کے چار علم برداروں میں سے ایک علم بردار یہ تھا۔

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اسی بات کو دہرایا ہے۔

[البنایة شرح الهدایة، ج:۱، ص:۲۹۲]

اور علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر [ج:۱، ص:۳۵] میں علامہ عینی کی شاگردی کا حق ادا کیا ہے۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی کا بھی یہی موقف ہے۔ [الهسهسة بنقض الوضوء بالقهقهة، ص:۱۴، ۱۵]

حافظ دولابی کا اس راوی کو معبد بن ھوذہ قرار دینا بالکل غلط ہے۔ کیوں کہ ابن ھوذہ ایک مشہور انصاری صحابی ہیں جن کی ایک معروف مرفوع منکر حدیث ''روزے دار روزے کی حالت میں سرمہ نہ لگائے'' ہے۔ جیسے امام ابوداؤد نے السنن [ح:۲۳۷۷]، امام بخاری نے التاریخ الکبیر [ج:۷، ص:۳۹۸]، امام ابوحاتم نے الجرح والتعدیل [ج:۸، ص:۲۷۹، ترجمہ:۱۲۷۵]، امام احمد نے المسند [ج:۳، ص:۴۹۹، ۵۰۰]، امام دارمی نے السنن [ج:۲، ص:۱۵]، امام ابونعیم نے معرفۃ الصحابۃ [ج:۵، ص:۲۵۲۶، ترجمہ:۲۶۸۸]، امام ابن عبدالبر نے الاستیعاب [ج:۳، ص:۴۸۰، رقم:۲۴۸۲]، امام ذہبی نے تجرید اسماء الصحابۃ [ج:۲، ص:۸۶، ترجمہ:۹۶۳] میں مختلف الفاظ سے بیان کیا ہے۔ دیکھئے الکامل لابن عدی [ج:۳، ص:۱۰۲۷]۔ امام البانی نے اسے منکر کہا ہے۔ [الضعيفة، ج:۳، ص:۷۵۔۸۰، ح:۱۰۱۴]

بلکہ حافظ ابن عدی حافظ دولابی پر ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وهذا الذی ذکره ابن حماد غلط، وذلك أنه قيل: معبد الجهنی فكيف يكون جهنی انصاری؟

[الكامل لابن عدی، ج:۳، ص:۱۰۲۷]

''یہ راوی (معبد بن ھوذہ) جو ابن حماد (دولابی) نے ذکر کیا ہے غلط ہے۔ اسی وجہ سے (وہ غلط ہے کہ) اسے معبد جہنی کہا گیا ہے۔ معبد جہنی، معبد (بن خالد ابوروعۃ) انصاری کیسے ہوسکتا ہے؟''

باقی رہا اس راوی کو معبد خزاعی قرار دینا یا معبد بن خالد ابوروعۃ تو وہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر غلط ہے۔

اوّلاً: معبد بن ابی معبد خزاعی کو بلاشبہ امام ابن مندہ نے معرفۃ الصحابۃ [دیکھئے اسد الغابۃ لابن الاثیر، ج:۴، ص:۳۹۲]، ابونعیم نے معرفۃ الصحابۃ [ج:۵، ص:۲۵۲۹، رقم:۶۱۲۴] اور حافظ ابن حجر نے الاصابۃ [ج:۵، ص:۴۱۷، ترجمہ:۸۱۰۶، القسم الاوّل] میں ذکر کیا ہے۔ یہ وہی خوش نصیب انسان ہیں جن کے گھرانے کو ہجرت مدینہ کے سفر کے دوران میں آپ ﷺ نے شرفِ میزبانی بخشا اور وہاں بکری کا دودھ بھی دوہا جس کی تفصیل سیرت وتاریخ کی کتب میں منقول ہے۔

شاید اسی بنا پر حافظ ابونعیم نے معرفۃ الصحابۃ میں ان کے ترجمے میں ''حدیث الضحک'' ذکر کردی، جب کہ ان کا اس حدیث کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں، کیوں کہ

① امام حسن بصری کی کوئی بھی صحیح یا ضعیف روایت حضرت معبد بن ابی معبد خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں۔

② امام حسن بصری کے اساتذہ میں کسی بھی محدث نے معبد خزاعی کا نام نہیں دیا اور نہ ہی معبد خزاعی کے شاگردوں میں حسن بصری کا شمار کیا ہے۔

③ امام ابونعیم جنھوں نے معرفۃ الصحابۃ میں حسن بصری عن معبد کی روایت کا تذکرہ کیا ہے، نے حلیۃ الاولیاء [ج:۲،

ص:۱۳۱۔۱۶۱] میں حسن بصری کے مفصل حالات زندگی میں ان کے شیوخ میں معبد موصوف کو ذکر نہیں کیا۔

④ احادیث کے وسیع ترین ذخیرہ میں معبد مذکور کی کوئی روایت نہیں ملی۔البتہ غزوۂ حمراء الاسد میں ان کا تذکرہ ملتا ہے۔السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ج:۲،ص:۱۰۲]، جوامع السیرۃ لابن حزم [ص:۱۷۵]، السیرۃ النبویۃ لابن کثیر [ج:۳،ص:۹۹]۔

⑤ صاحب المسانید میں سے کسی نے بھی مسند معبد خزاعی قائم نہیں کی۔

⑥ المنفردات والوحدان اور اطراف الغرائب والافراد میں ان کا تذکرہ نہیں ملتا۔

⑦ حافظ ابن الجوزی ۵۹۷ھ نے تلقیح فہوم اہل الاثر [ص:۲۰۷۔۲۰۹] میں مستقل طور پر ان صحابہ کرام کا بھی تذکرہ کیا ہے جن سے صرف ایک ہی تابعی روایت کرتے ہیں۔اس مقام پر انھوں نے حسن بصری کے چار اساتذہ کا بھی ذکر کیا ہے جن سے امام بصری روایت کرنے میں متفرد ہیں۔اس کے باوجود انھوں نے یہاں بھی حسن بصری عن معبد خزاعی کا مطلق طور پر ذکر ہی نہیں کیا۔

⑧ حافظ بقی بن مخلد ۲۷۶ھ نے اپنی مسند، جو دنیا کی سب سے بڑی مسند تھی، [دیکھئے الرسالۃ المستطرفۃ للکتانی ،ص:۶۳] میں معبد خزاعی کی کوئی روایت نہیں لائے۔یہ مسند تو مفقود ہے تاہم حافظ ابن حزم نے اس میں موجود سبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کو ایک چھوٹے سے رسالے میں جمع فرمایا ہے جو کہ جوامع السیرۃ لابن حزم کے ساتھ ہی مطبوع ہے۔[دیکھئے اسماء الصحابۃ الرواۃ وما لکل واحد من العدد، ص:۲۷۳۔ ۳۱۵] اس میں موجود اس قسم، جو ان صحابہ کرام کے اسماء کے ساتھ مختص ہے جن کی طرف ایک ہی روایت ہے، میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں۔

بلکہ حافظ ابن الجوزی نے بھی تلقیح فہوم اہل الاثر میں بھی ان صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے اور ان اسماء پر بطورِ استدراک حافظ ابوبکر البرقی احمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم ۲۷۰ھ [المنتظم لابن الجوزی، ج:۱۲، ص:۲۳۰] کی کتاب التاریخ سے دیگر صحابہ وغیرہ کا بھی اضافہ کیا ہے۔مگر ان سب میں معبد خزاعی کا ذکر تک نہیں ہے۔

⑨ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مکی بن ابراہیم نے یہی روایت [سنن دارقطنی ، ج:۱،ص:۱۶۷، ح:۲۲] بغیر کسی نسبت اور تحدید کے بیان کی ہے۔

⑩ مکی بن ابراہیم کا معبد کی نسبت کے بغیر روایت کرنے میں ایک جماعت نے ان کی متابعت کی ہے،جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔اس لیے جماعت کی روایت ہی معتبر ہوگی۔تلک عشرۃ کاملۃ

ان مضبوط قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابونعیم وغیرہ کا اس روایت کو معبد خزاعی کے ترجمے میں ذکر کرنا غیر صحیح ہے یا اس مبہم اور مجہول راوی کو معبد خزاعی قرار دینا بہرنوع غلط ہے۔

ثانیاً: معبد بن صبیح (صبیحۃ) کو معبد خزاعی قرار دینا بھی درست نہیں ہے۔اگرچہ اسد بن عمرو نے ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہوئے اسے معبد بن صبیح قرار دیا ہے۔

محدثین کی ایک جماعت مثلاً حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات [ج:۵،ص:۴۳۲۔۴۳۳]، حافظ ابن عبدالبر نے الاستیعاب [ج:۳، ص:۹۴۷،رقم:۲۴۷۴]،حافظ ابن الاثیر الجزری نے اسد الغابۃ [ج:۴، ص:۳۹۱]، حافظ ذہبی نے تجرید اسماء الصحابۃ [ج:۲،ص:۸۵،ترجمہ: ۹۵۱] اور حافظ ابن حجر نے الاصابۃ [ج:۵،ص:۲۹۵،رقم:۸۵۹۱] میں فرمایا ہے کہ''حدیث الضحک'' کا یہی راوی ہے نیز دیکھئے [جامع المسانید للخوارزمی، ج:۱،ص:۲۴۷]

حافظ ابونعیم بھی فرماتے ہیں: اسد بن عمرو ابوحنیفہ سے معبد بن صبیح کی تصریح کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

[معرفۃ الصحابۃ، ج:۵، ص:۲۵۲۹]

حافظ ابن الاثیر الجزری نے تو معبد بن صبیح کے ترجمے میں سعد بن الصلت عن ابی حنیفہ کی سند سے بھی ''حدیث الضحک'' بیان کی ہے۔

[اسد الغابۃ، ج:٤، ص:۳۹۱]

حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں: معبد خزاعی کو معبد بن صبیح بھی کہا

جاتا ہے۔[تلقیح فھوم اھل الاثر، ص:۱۲۶]

یہی بات حافظ ابن حزم نے المغنی اور ابن اثیر جزری نے اسد الغابۃ [ج:۴،ص:۳۹۲] میں کہی ہے۔ نیز دیکھئے المحلی لابن حزم [ج:۱، ص:۲۶۵]

جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ معبد خزاعی صحابی ہیں اور معبد بن صبیح تابعی ہیں۔

حافظ ابن حبان اسے ثقات التابعین میں ذکر کرکے فرماتے ہیں اس کا صحابی ہونا ثابت نہیں ہے۔

[کتاب الثقات، ج:۵، ص:۴۳۲، ۴۳۳]

حافظ ابن حجر نے بھی الاصابۃ کی القسم الرابع میں ذکر کیا ہے۔

[الاصابۃ، :۵، ص:۲۹۵]

جس میں وہ ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہیں جنھیں کسی غلطی یا وہم کی وجہ سے جماعت صحابہ میں سے شمار کیا گیا ہو۔جس کی صراحت انھوں نے مقدمہ کتاب وغیرہ میں کی ہے۔

اسد بن عمرو جس نے سند میں معبد بن صبیح کا تذکرہ کیا ہے،اس پر محدثین نے سخت تنقید کی ہے۔ دیکھئے: لسان المیزان لابن حجر [ج:۱، ص:۳۸۳،۳۸۴]اس لیے اسد اس بارے میں نا قابل اعتبار ہے۔

دوسرا یہ کہ اس نے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کی ایک جماعت کی بھی مخالفت کی ہے۔

ثالثاً: اس راوی کو بلا دلیل معبد بن خالد جہنی ابوروعۃ قرار دینا بھی قابل التفات نہیں ہے۔آپ کا شمار بلاشبہ جماعت صحابہ میں ہوتا ہے۔ دیکھئے: الاصابۃ لابن حجر [ج:۵، ص:۱۷۲، ترجمہ:۸۰۹۲۔ القسم الاوّل]، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم [ج:۸،ص:۲۷۹، ترجمہ: ۱۲۷۶]، الاستیعاب لابن عبدالبر [ج:۳،ص:۴۷۹]، اسد الغابۃ لابن الاثیر الجزری [ج:۴،ص:۳۹۰]، تجرید اسماء الصحابۃ [ج:۲،ص:۸۴، ترجمہ:۹۴۶]

رابعاً: جس راوی کو معبد جہنی قرار دیا جاتا ہے۔ اسے معبد بن عبداللہ بن عویم یا معبد بن خالد بھی کہا جاتا ہے۔ جب کہ اس کے بارے میں صحیح یہی ہے کہ اس کا نسب معلوم نہیں ہے۔[الجرح والتعدیل، ج:۸، ص:۲۸۰، ترجمہ:۱۲۸۲]

یہ راوی مشہور قدری (تقدیر کا انکار کرنے والا) ہے۔[المجروحین لابن حبان، ج:۳،ص:۳۵] بلکہ یہ بصرہ کا پہلا آدمی ہے جس نے تقدیر کا انکار کیا۔ [التاریخ الکبیر، ج:۷،ص:۳۹۹] مگر یہ اپنی ضلالت اور گمراہی کے باوجود صدوق راوی ہے۔[التقریب:۶۷۳۵]

متعدد محدثین نے اسے معبد جہنی ہی قرار دیا ہے۔ الکامل لابن عدی [ج:۳،ص:۱۰۲۷]، سنن دارقطنی [ج:۱،ص:۱۶۷]، الخلافیات للبیہقی [ج:۲، ص:۳۹۴]، مختصر الخلافیات لابن فرحون [ج:۱، ص:۳۳۰]، تنقیح التحقیق لابن عبد الھادی [ج:۱،ص:۱۷۰،۱۷۱]، الاصابۃ لابن حجر [ج:۵، ص:۲۹۵]، الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار [رقم:۲۴۰۔ضمن کتاب الآثار للشیبانی]، حافظ ابن حجر نے اسے مراسیل میں بیان کیا ہے۔ دیکھئے اتحاف المھرۃ [ج:۱۹، ص:۵۴۶، رقم: ۲۵۳۴۲]اس میں انھوں نے معبد بن غیلان جہنی بصری ذکر فرمایا ہے جو کہ غلط ہے صحیح معبد بن خالد ہے جیسا کہ محقق فاضل شیخ رفاعی نے بھی اس وہم کی نشان دہی کی ہے۔ کیوں کہ حافظ ابن حجر نے سنن دارقطنی کی حدیث القھقھۃ کی سند ذکر کی ہے اور اس میں معبد بن غیلان کا سرے سے ذکر ہی نہیں۔ [جاری ہے]



حافظ عبدالرشید گوہڑوی

محمد اسحاق بھٹی

ضلع قصور کی ایک تحصیل کا نام ''پتوکی'' ہے۔ پتوکی سے تین ساڑھے تین کیلومیٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں ''گوہڑ چک نمبر ۸'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس گاؤں کی آبادی ارائیں برادری پر مشتمل ہے۔ مالی اعتبار سے یہ خوش حال لوگ ہیں۔ ان کی موجودہ نسل کے آباو اجداد لکھوی علمائے کرام کے حلقۂ عقیدت میں شامل تھے۔ اب بھی اس گاؤں اور اس کے اردگرد کے قصبات و دیہات کے لوگ لکھوی اصحابِ علم کا بے حد احترام کرتے اور روحانی معاملات میں ان کو اپنا مرجع قرار دیتے ہیں۔ ہمارے دوست حافظ عبدالرشید ۱۹۲۷ء کے پس وپیش اسی گاؤں میں پیدا ہوئے اور اپنے مولد و مسکن گوہڑ کی بنا پر ''گوہڑوی'' کی نسبت سے شہرت پائی۔ اس گاؤں کے متعدد علمائے کرام مختلف دینی مدارس میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ جدید تعلیم سے آراستہ حضرات کی بھی خاصی تعداد اس گاؤں سے تعلق رکھتی ہے اور یہ لوگ سرکاری سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبا کو تعلیم دینے میں مصروف ہیں۔

حافظ عبدالرشید نے حصولِ علم کا آغاز اپنے گاؤں کے پرائمری سکول سے کیا۔ وہاں سے پرائمری پاس کرنے کے بعد قریب کے گاؤں حسین خاں والا کے مڈل سکول میں داخلہ لیا اور آٹھویں جماعت کا امتحان دیا۔ ان کے گاؤں میں ایک درویش منش بزرگ مولوی کرم دین قیام فرما تھے، ان سے ناظرہ قرآنِ مجید پڑھا۔ بعدازاں والدین کے دل میں بیٹے کو حافظ قرآن بنانے کا جذبہ ابھرا تو انھیں ضلع اوکاڑہ کے ایک گاؤں چک مروکا نمبر ۱۶ جی ڈی میں سید جماعت علی شاہ کے پاس بھیج دیا گیا جو اس نواح کے مشہور دیوبندی عالم تھے اور مولانا حسین علی (واں بھچراں) کے خلیفہ اور مولانا غلام اللہ خاں (راولپنڈی) کے ساتھیوں میں سے تھے۔ نیک سیرت اور پکے موحد۔ ان سے انھوں نے قرآنِ مجید حفظ کیا اور اپنے نام عبدالرشید کے ساتھ لفظ حافظ کے لاحقہ سے حافظ عبدالرشید کہلائے۔ اس طرح ان کی تعلیم کی دو منزلیں طے ہوئیں۔ پہلی منزل سکول میں مڈل تک پہنچنے کی اور دوسری حفظ قرآن کی۔

حافظ عبدالرشید کے والد میاں چراغ دین لکھوی خاندان کے علما کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے اور بیٹے کو دینی علوم سے بہرہ ور کرنے کے آرزومند تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حافظ عبدالرشید لکھوکے پہنچ گئے، جہاں استاذِ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کا سلسلۂ تدریس جاری تھا اور بے شمار شائقین علم ان سے تعلیم حاصل کر چکے اور کر رہے تھے۔ حافظ عبدالرشید نے اس عالی مرتبت استاذ سے صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں، حدیث شریف کی کتاب مشکوٰۃ کا درس لیا اور ترجمۂ قرآنِ مجید مکمل کیا۔ فارسی کی کتابیں گلستانِ سعدی تک مولانا معین الدین لکھوی سے پڑھیں۔ ابواب الصرف اور تعلیلات وغیرہ کی تکمیل حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کے صاحب زادۂ گرامی قدر مولانا حبیب الرحمٰن لکھوی مرحوم سے کی۔ وہ تین سال لکھوکے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

اس کے بعد اگست ۱۹۴۷ء میں ملک تقسیم ہوگیا اور لکھوکے کا دارالعلوم جو جامعہ محمدیہ کے نام سے جاری تھا، پاکستان کے اوکاڑہ شہر میں منتقل ہوگیا۔ حافظ عبدالرشید گوہڑوی کا علاقہ پہلے ہی سے پاکستان میں تھا۔ یہاں انھوں نے اپنی برادری اور اپنے قریب کے ایک گاؤں حسین خاں والا کے حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب سے تحصیل علم کا سلسلہ شروع کردیا۔ حافظ محمد اسحاق صاحب اپنے عہد کے مشہور مدرس اور جلیل القدر عالم تھے۔ انھوں نے بھی کسی زمانے میں لکھوکے میں

حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی سے حصولِ فیض کیا تھا۔ حافظ عبدالرشید نے درسِ نظامی کی اکثر کتابیں حافظ محمد اسحاق مرحوم ومغفور سے پڑھیں جو تدریس کے علاوہ تصنیف وترجمہ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔

اب حافظ عبدالرشید کی تعلیم کا ایک اور مرحلہ شروع ہوتا ہے جو ان کو لاہور لاکر دارالعلوم تقویۃ الاسلام (مدرسہ غزنویہ) میں ان کے داخلے کا باعث بنتا ہے اور پھر وہ مستقل طور پر اسی شہر میں سکونت اختیار کر لیتے ہیں۔

شرح اس متن کی یہ ہے کہ ۱۹۵۰ء میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے تحصیل چونیاں سے پنجاب اسمبلی کا انتخاب لڑا۔ ان کے حلقہ انتخاب میں حافظ عبدالرشید کا گاؤں گوہڑ بھی شامل تھا۔ جمعے کا روز تھا کہ مولانا اس گاؤں میں پہنچے۔ حافظ عبدالرشید کے محلے میں احناف کی مسجد ہے۔ اہل محلّہ نے مولانا سے عرض کیا کہ وہ نماز جمعہ اہل حدیث کی مسجد کی بجائے ان کی مسجد میں پڑھائیں۔ چناں چہ مولانا نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور احناف کی مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ وہ لوگ مولانا کی تقریر اور ان کی شکل وصورت سے بے حد متاثر ہوئے۔ وہاں کے جن نوجوانوں نے بہ طور رضا کار مولانا کی انتخابی مہم میں حصہ لیا، ان میں حافظ عبدالرشید بھی شامل تھے۔ مولانا انتخاب میں ووٹوں کی بہت بڑی اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ حافظ عبدالرشید کے متعلق جب انھیں پتا چلا کہ یہ درسِ نظامی کے طالب علم ہیں تو انھیں دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا۔ چناں چہ حافظ صاحب لاہور آئے اور دارالعلوم میں تحصیل علم کرنے لگے۔ حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب (حسین خاں والا) کی خدمات بھی مولانا نے دارالعلوم کے لیے حاصل کر لی تھیں۔

دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں اس وقت اپنے دور کے مشہور اساتذہ طلبا کو تعلیم دینے پر مامور تھے اور وہ تھے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، حافظ محمد اسحاق، مولانا محمد عبدہ الفلاح اور مولانا شریف اللہ خاں۔ حافظ عبدالرشید نے ان سب سے استفادہ کیا۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے صحیح بخاری کا سماع کیا۔ حافظ محمد اسحاق سے مختلف درسی کتابیں پڑھیں۔ مولانا محمد عبدہ الفلاح سے حماسہ اور متنبّی وغیرہ عربی ادب کی کتابیں پڑھیں۔ مولانا شریف اللہ خان سے فقہ، اصولِ فقہ اور منطق وفلسفہ وغیرہ فنون کی درسی کتابیں پڑھیں۔

جامعہ سلفیہ (لائل پور موجودہ فیصل آباد) کا سنگ بنیاد ۲۴۔ اپریل ۱۹۵۵ء کو رکھا گیا تھا۔ لیکن وہاں تعمیر کا کام مکمل نہ ہونے کی وجہ سے عارضی طور پر جامعہ کے درجہ تکمیل کا آغاز ۲۱۔ جون ۱۹۵۶ء (۱۱۔ ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ) کو دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں کیا گیا تھا۔ جامعہ کے درجہ تکمیل میں داخلے کے لیے جن طلبا نے درخواستیں دی تھیں، ان میں حافظ عبدالرشید بھی شامل تھے۔ داخلے کے امتحان میں کامیابی کے بعد یہ حصولِ تعلیم میں مصروف ہوئے اور حسب ذیل اساتذہ سے استفادہ کیا:

① ...... مولانا سید محمد داؤد غزنوی سے موطا امام مالک اور حجۃ اللہ البالغہ دو کتابیں پڑھیں۔

② ...... مولانا محمد اسماعیل سلفی سے مقدمہ ابن الصلاح پڑھا۔

③ ...... مولانا محمد حنیف ندوی سے العبرات پڑھی۔

④ ...... مولانا شریف اللہ خان سے توضیح تلویح اور مسلم الثبوت وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

⑤ ...... مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹب نے طلبا کو شمس وقمر اور فلکیات کے موضوع پر چند لیکچر دیے تھے، ان میں حافظ عبدالرشید شریک رہے۔

اس زمانے میں مولانا حافظ محمد حسین روپڑی دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں بہ طور مدرس خدمات سرانجام دیتے تھے۔ حافظ عبدالرشید نے ان سے ہدایہ اخیرین کے چند ابواب پڑھے۔ ان کے اندازِ تدریس سے حافظ عبدالرشید بہت متاثر ہیں۔

اس سے کچھ عرصہ بعد جامعہ سلفیہ تو اپنے اصل مقام فیصل آباد میں منتقل کر دیا گیا، لیکن مولانا غزنوی نے حافظ عبدالرشید گوہڑوی اور مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی کو بعض فنون کی مزید تعلیم کے لیے جامعہ اشرفیہ میں داخل کرادیا۔ جامعہ اشرفیہ اس وقت نیلا گنبد کی مول چند بلڈنگ میں جاری تھا اور اس کے مہتمم مولانا مفتی محمد حسن تھے جو مولانا سید داؤد غزنوی

کے والد محترم حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی کے شاگرد تھے۔ استاذ زادہ ہونے کی وجہ سے وہ مولانا غزنوی کا بے حد احترام کرتے تھے۔ مولانا کا رویہ بھی ان کے ساتھ بہت تکریم کا تھا۔ جامعہ اشرفیہ میں حافظ عبدالرشید اور مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی نے مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا رسول خاں اور مولانا عبیداللہ سے بعض نصابی کتابیں پڑھیں۔ (مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی پر میرا مفصل مضمون ''دبستانِ حدیث'' میں چھپ چکا ہے۔)

مروّجہ تعلیم سے فراغت کے بعد حافظ عبدالرشید گوہڑوی نے مولانا سید داؤد غزنوی کے ارشاد اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور میاں محمد باقر (جھوک دادو) کے مشورے سے دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ حافظ صاحب اس دور کے لائق ترین استاذ ہیں۔ وہ نہایت محنت اور انتہائی ذمہ داری سے فریضۂ تدریس ادا کرتے رہے۔ انھوں نے طلبا کو صرف نحو کی بھی چھوٹی بڑی تمام کتابیں پڑھائیں، عربی ادبیات کی نصابی کتابوں کی تدریس بھی کی، منطق وفلسفہ کی کتابیں بھی پڑھائیں اور احادیث کی بلوغ المرام سے لے کر صحیح بخاری تک کئی مرتبہ تمام کتابوں کا درس دیا۔ تفسیر بیضاوی اور تفسیر جلالین وغیرہ کا بھی طلبا نے ان سے درس لیا۔ تمام درسی کتابوں پر انھیں عبور حاصل ہے۔ تقریباً پچاس برس دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں ان کا سلسلۂ تدریس جاری رہا۔ اس اثنا میں متعدد مقامات کے اربابِ اہتمام نے ان کو اپنے مدارس میں تشریف لانے کے لیے بڑے بڑے مشاہروں کی پیش کش کی، لیکن اس عالم ایثار پیشہ نے کسی کی پیش کش قبول نہیں کی اور تھوڑی آمدنی پر پچاس برس اسی دارالعلوم میں خدمات سرانجام دیتے رہے، جس کی مسندِ درس پر مولانا داؤد غزنوی نے ان کو بٹھایا تھا۔ یہ ان کا بہت بڑا کردار اور دارالعلوم سے بہ درجہ غایت تعلق کا ثبوت تھا۔

اس دارالعلوم میں تدریس کے علاوہ حافظ عبدالرشید ہر رمضان میں نماز تراویح بھی پڑھاتے تھے۔ انھوں نے دارالعلوم میں پینتالیس مصلے سنائے۔ ان کی اقتدا میں بے شمار لوگوں نے نماز تراویح پڑھی، جن میں خود مولانا سید محمد داؤد غزنوی بھی شامل تھے۔ ان کے علاوہ شامل ہونے والوں میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور دیگر متعدد اصحابِ علم کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ میں بھی عرصے تک ان کی امامت میں نمازِ تراویح پڑھتا رہا ہوں۔

حافظ عبدالرشید گوہڑوی کے رفقائے درس کی تعداد خاصی پھیلی ہوئی ہے، ان میں سے زیادہ تر حضرات وفات پاگئے ہیں اور بعض زندہ ہیں اور تدریسی وخطابتی خدمات میں مصروف ہیں، ان میں خاص طور سے قابل ذکر نام مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی کا ہے۔ وفات شدگاہ میں مولانا محمد حسین طور (جھوک دادو، ضلع فیصل آباد)، حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی بن حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا شرف الحق احمد پور شرقیہ اور قاضی محمد اسلم سیف شامل ہیں۔

پچاس برس کی طویل مدت میں حافظ عبدالرشید گوہڑوی سے جن علما وطلبا نے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی، ان کو حیطۂ شمار میں لانا ممکن نہیں۔ خود حافظ صاحب بھی تمام شاگردوں کے نام نہیں بتاسکیں گے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں ان کے شاگردوں کی وسیع فہرست میں حافظ احمد شاکر (مدیر ہفت روزہ الاعتصام لاہور)، حافظ محمد اسماعیل اسد (حافظ آباد)، پروفیسر عبدالرحمٰن لدھیانوی، مولانا محمد رفیق اور مولانا محمد مسعود شامل ہیں۔

حافظ صاحب اپنے زمانہ تدریس میں کبھی کبھی دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ وہ سمن آباد کے علاقہ رستم پارک کی مسجد اہل حدیث میں بھی جمعہ پڑھاتے رہے۔ بعض دفعہ میں بھی وہاں پہنچ جاتا اور ان کے خطبۂ جمعہ میں شریک ہوتا تھا۔

حافظ صاحب ممدوح مفتی بھی ہیں۔ ان کے فتاویٰ کا شاید کوئی مجموعہ تو نہیں ہوگا، لیکن اگر کوئی شخص ان سے کسی سلسلے میں تحریری طور پر کوئی فتویٰ لینا چاہتا تو اپنے عہد تدریس میں وہ فتویٰ دیتے تھے اور عدالت میں ان کے فتوے کو اہمیت دی جاتی تھی۔ تدریس سے علیحدگی کے بعد معلوم نہیں انھوں نے فتویٰ نویسی کا سلسلہ جاری رکھا یا نہیں رکھا۔

انھوں نے کوئی تصنیفی کام نہیں کیا۔ میرے خیال میں کبھی کسی اخبار میں کسی موضوع پر کوئی مضمون بھی نہیں لکھا ہوگا۔ ان کی دلچسپی کا اصلی مرکز

ہمیشہ تدریس رہا اور انھیں کامیاب مدرس کے طور پر شہرت ملی۔ قرآن وحدیث کی تدریس بہت بڑا کام ہے، جو وہ نہایت استقلال کے ساتھ نصف صدی تک کرتے رہے۔ اللہ ہی انھیں اس کا اجر دینے والا ہے۔

حافظ صاحب صاف دل عالم دین ہیں۔ دوستوں کے دوست اور سب کے ہم درد۔ نہ کسی سے کوئی جھگڑا، نہ کسی قسم کی ہنگامہ آرائی۔ میرا جب ان سے تعارف ہوا، وہ جوانی کی منزل میں داخل ہو چکے تھے۔ میانہ قد، سرخی مائل گندمی رنگ، گول چہرہ، موٹی آنکھیں۔ گداز جسم، قابل رشک صحت۔ سر پر سفید ململ کا عمامہ اور سفید تہبند قمیص پہنے ہوئے۔ پاؤں میں سرخ کھال کی جوتی۔ بے تکلّفانہ اندازِ گفتگو۔ لہجہ خالص دیہاتی۔ یہ تھے اس زمانے کے حافظ عبدالرشید گوہڑوی۔ مولانا داؤد غزنوی ہمیں فرمایا کرتے تھے کہ حافظ عبدالرشید کی بدویت ختم کرنے کی کوشش کرو۔ لیکن ان کی ''بدویت'' ہمیشہ ان کے ساتھ رہی۔ نہ مولانا کے کہنے سے جدا ہوئی اور نہ کوئی اور اسے ان سے علیحدہ کر سکا۔ لیکن ''بدویت'' کے باوجود مولانا ان کے طریق تدریس سے بہت مطمئن تھے۔

اب حافظ صاحب بوڑھے ہوگئے ہیں اور کئی قسم کے عوارض نے ان کو گھیر لیا ہے۔ جب ان کے بیوی بچے گاؤں میں تھے، لاہور نہیں آئے تھے۔ یہ جمعرات کو گاؤں جایا کرتے تھے۔ لوگ ان کو دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ آج جمعرات ہے، اس کی دلیل حافظ عبدالرشید کی گاؤں میں آمد ہے۔ عورتیں کہا کرتی تھیں، چھیدا آیا ہے۔ آج جمعرات ہے۔

میرے تھوڑے بہت تعلق والا کوئی شخص فوت ہو جائے تو میں اس کے جنازے میں شامل ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ حافظ صاحب سے مجھے کسی جنازے میں ملاقات ہو جاتی تو فرماتے، کوئی غیر مسلم بھی مرجائے تو تم اس کے جنازے میں ضرور شامل ہوتے ہو۔ لیکن حافظ صاحب کی اہلیہ اچانک وفات پا گئیں تو میں ان کے جنازے میں شریک نہیں تھا۔ اس دن میں گاؤں گیا تھا۔ رات کو لاہور آیا تو مجھے ان کی وفات کا پتا چلا۔ بے حد افسوس ہوا۔ صبح کو تعزیت کے لیے ان کے گھر پہنچا تو کسی قدر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تم ہر ایک کے جنازے میں شریک ہوتے ہو، میری بیوی کے جنازے میں کیوں شریک نہیں ہوئے۔ میں نے بتایا کہ میں یہاں نہیں تھا، رات آیا تو پتا چلا اور اب حاضر ہو گیا ہوں۔

حافظ عبدالرشید عام طور پر مجھے صیغہ واحد سے مخاطب کرتے اور بھٹی راجا کہا کرتے ہیں۔ میں بھی انھیں بے تکلفی سے ''مہر جی'' کہا کرتا ہوں۔ ارائیوں کو بالعموم مہر کہا جاتا ہے اور یہ ان کے لیے احترام کا لفظ ہے۔

حافظ عبدالرشید اپنے اساتذہ کا ذکر نہایت تکریم کے لہجے میں کرتے ہیں اور ان کے اسلوبِ درس کے بے حد مداح ہیں۔ اپنے ہم جماعت اور رفقائے درس کی خوبیاں بھی بہتر الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

حافظ صاحب کے دوستوں کی فہرست میں لاہور کی بادشاہی مسجد کے مرحوم خطیب مولانا عبدالقادر آزاد کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ وہ دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ پنجاب میں اتحاد بین المسلمین کے نام سے ایک کمیٹی قائم ہوئی تھی، جس میں تمام فقہی مسالک کے اہل علم شامل تھے۔ مولانا عبدالقادر آزاد اور حافظ عبدالرشید گوہڑوی بھی اس کمیٹی کے رکن تھے۔ اس کمیٹی کے ارکان کی حیثیت سے ان حضرات نے بنگلہ دیش کا دورہ بھی کیا اور انھیں اس ملک کے بلاد وقصبات میں جانے اور وہاں کے علما وزعما سے ملاقات کے مواقع ملے۔

جس شخص نے بھی حافظ عبدالرشید گوہڑوی سے اچھا سلوک کیا، اسے انھوں نے یاد رکھا۔ میاں فضل حق مرحوم (سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث) انھیں بین المسلکی قسم کی سرکاری میٹنگوں میں لے جایا کرتے تھے اور پھر ان کی کوشش سے انھیں رؤیت ہلال کمیٹی کے رکن مقرر کیا گیا۔ یہ سب باتیں انھیں یاد ہیں اور اس کا وہ نہایت اچھے الفاظ میں ذکر کرتے اور میاں فضل حق مرحوم کو دعائیں دیتے ہیں۔ بیس سال وہ رؤیت ہلال کمیٹی کے رکن رہے۔

اتحاد بین المسلمین کمیٹی کے رکن انھیں مولانا عبدالقادر آزاد نے

بنایا تھا، اب بھی یہ اس کمیٹی کے رکن ہیں۔

حافظ عبدالرشید چار بھائی ہیں۔ دو بھائی گاؤں میں ہیں جو کاشت کار ہیں اور دو بھائی لاہور میں ہیں۔ ایک خود حافظ صاحب اور دوسرے پروفیسر ڈاکٹر محمد یحییٰ......! یہ پی ایچ ڈی ہیں اور انجینئرنگ یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے صدر رہے ہیں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی اس یونیورسٹی میں خدمت تدریس سرانجام دیتے ہیں۔ میرے مخلص اور دیرینہ دوستوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ تدریس کے علاوہ پروفیسر محمد یحییٰ تحریر وکتابت کا بھی صاف ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔ نصابی قسم کی چند کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ متعدد رسائل وجرائد میں ان کے تحقیقی مقالات شائع ہوئے ہیں۔

حافظ صاحب کی اولاد تین بیٹے ہیں اور دو بیٹیاں۔ سب اپنے گھروں میں خوش حال ہیں۔ ایک بیٹا محمد امین ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہے۔ اس کی شادی اپنے چچا پروفیسر ڈاکٹر محمد یحییٰ کی صاحب زادی سے ہوئی ہے۔

حافظ عبدالرشید گوہڑوی ماشاء اللہ پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں والے ہیں۔

حافظ صاحب کا کوئی سیاسی ذہن تو ضرور ہوگا اور وہ کسی سیاسی جماعت کے امیدوار کو ووٹ بھی دیتے ہوں گے۔ لیکن نہ انھوں نے کبھی کسی سیاسی یا نیم سیاسی جماعت سے وابستگی اختیار کی اور نہ کبھی کسی سیاسی یا غیر سیاسی تحریک میں عملی طور سے حصہ لیا۔ ہمیشہ اپنے اصل کام تدریس سے علاقہ رکھا اور یہی کام ان کی سرگرمیوں کا محور رہا۔ پھر یہ بھی ان کا کمال ہے کہ پچاس برس کا عرصہ ایک ہی مرکز تدریس دارالعلوم تقویۃ الاسلام (لاہور) میں گزار دیا۔ اس سے علیحدگی کے بعد کچھ عرصہ لاہور کے ایک اہل حدیث مدرسے میں پڑھایا۔ پھر گوشہ نشین ہوگئے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے اس خوش مزاج اور نیک طینت عالم فاضل دوست حافظ عبدالرشید گوہڑوی کو صحت وتوانائی کی نعمت سے نوازے رکھے اور انھوں نے قرآن وحدیث کی تدریس اور فتویٰ نویسی کی صورت میں پچاس سال تک جو خدمات سرانجام دی ہیں، وہ بارگاہِ الٰہی سے ان کے لیے صدقہ جاریہ ثابت ہوں۔

آمین یا رب العالمین



روشن صبح کی امید

محمد سلیم چنیوٹی

انسان کی زندگی میں آدھی روشنی اور آدھا اندھیرا ہے، یعنی اپنی عمر طبعی میں انسان دن اور رات میں زندگی گزارتا ہے۔ دن کے اجالے میں وہ اپنی فکر معاش کے لیے سرگرداں رہتا ہے۔ چرند پرند اور دیگر جان دار اور حشرات الارض اپنے اپنے حصے کا رزق تلاش کرنے کے لیے اسی روشنی میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔

ہمیں سارا دن مختلف قسم کے کاموں، مزدوریوں اور نوع بہ نوع افراد و خواتین کی دوڑ دھوپ دیکھتے گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر الرازقین اور بہتر اسباب پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ کریم نے جس کو جس طرح روزی مہیا کرنا ہو وہ عطا فرماتا ہے۔ سب انسان اپنی توانائیاں اُس مالک و مختار کی دی ہوئی قوت و طاقت سے صرف کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی وکیل ہے، کوئی ڈاکٹر ہے، کوئی تاجر ہے، کوئی دکان دار ہے، کوئی مصنف ہے اور کوئی صنعت کار......! سب انسان ایک جیسا کام کرسکتے ہیں اور نہ ہی کرتے ہیں۔ اللہ کریم نے کسی کو منصوبے بنانے والا، کسی کو منصوبے چلانے والا اور کسی کو کسی کے ماتحت کام کرنے والا بنا دیا اور کسی کو حاکم اور کسی کو محکوم کردیا۔

دن کے بعد رات ہے۔ سارے دن کا تھکا ماندا انسان ہو یا حیوان رات کو اپنے آرام کا بندوبست کرتا ہے۔ رات، دن کی ساری تھکاوٹیں اور سوچیں سمیٹ کر انسان کو آرام میں داخل کردیتی ہے۔ اب دیکھا گیا ہے کہ رات میں بڑے راز پنہاں ہیں۔ کچھ لوگوں کو تو یہ لوریاں دے دے کر سلاتی ہے، اور بعض کو صدیوں آگے دیکھنے کے راستے بتاتی ہے، جو سو جاتے ہیں وہ تو سو ہی جاتے ہیں مگر جو رات کے اندھیرے میں بھی نہ سوئے اور تلاش و جستجو میں لگ گئے اُن پر یہ رات زمان و مکاں کے راز منکشف کردیتی ہے۔ کچھ لوگوں کو یہ ماضی، حال اور مستقبل کی تقسیم سے بے نیاز کردیتی ہے۔ راتوں کو جاگنے والے بعض مشاہدات وحقائق تلاش کرتے کرتے بڑے انمول موتی اس اندھیرے میں تلاش کرلیتے ہیں۔

جن کی راتیں بیدار ہوجائیں، غنیمت ہوگی اگر بیداری کے ساتھ اُن کی آنکھیں اشک بار ہوجائیں۔ کس کے آگے......؟ اُس ربّ ذوالجلال کے آگے جس نے اس بندے کو پانی کے قطرے سے لوتھڑا بنایا، لوتھڑے سے ایک جان دار بنایا پھر دنیائے رنگ و بو میں لایا۔ اسے سونگھنا، دیکھنا، بولنا، چلنا، گرنا اور گر کر اٹھنا سکھایا۔ حقیقت تو اس کی ایک پانی کا قطرہ ہی ہے مگر یہ اُس ربّ کی دی گئی طاقت سے ایک بڑا آدمی بن گیا۔ کیا ہی اچھا ہو یہ اب اُسی مالک اور مختار کے کاموں کو کرے جس نے اسے عقل وخرد سے نوازا، پانی سے آگے ایک مکمل انسان کی شکل میں بنایا۔ وہ اپنی مرضی نہ کرے، اپنے مالک اور پیدا کرنے والے کو نہ بھولے اور اسے اپنا کارساز اور مسبّب الاسباب سمجھنے ہی میں اپنی عافیت محسوس کرے۔

انسان خوش بھی رہتا اور ناخوش بھی ہوتا ہے۔ اپنی زندگی میں اسے کرب سے واسطہ پڑتا ہے اور درد اور آرام بھی دیکھتا ہے۔ کئی دل والے ایسے بھی ہوتے ہیں جو مشکلات اور کرب و ابتلا میں اپنی راحت اور خوشی تلاش کرتے ہیں۔ وہ انھی مشکلات میں ''معراج'' پا جاتے ہیں۔ کرب و ابتلا میں کون نہیں گزرا۔ مخلوقات میں سب سے اعلیٰ و ارفع تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر اور رُسل ہی ہیں۔ کیا انھیں راحت ہی راحت سے گزرنا پڑا تھا؟ کیا انھوں نے اپنے ربّ کے پیغام کو پہنچانے کے لیے اپنی قوموں سے ماریں نہیں کھائیں؟ اللہ کے کام کرتے ہوئے انھوں نے کتنی کھیتیاں سیراب کیں، کتنی جائدادیں بنائیں، کتنے محل کھڑے کرلیے، کتنی دولت سمیٹی، وہ تو اپنے ربّ کی معرفت لوگوں کے دلوں میں ڈالنے کے لیے آئے تھے۔ وہ تو عامی انسان کو اُس کی حقیقت اور اس کا

اصل کام بتانے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اللہ کریم کے ہر فرستادے نے کئی کئی سال اسی محنت میں لگائے اور لوگوں کو اللہ کے پیغام کی آشنائی کروائی۔ کئی ایک کو آروں سے چرنا پڑا۔ کئی ایک کو اپنی قوموں کے پتھروں سے زخمی ہونا پڑا، کئی آگ میں جھونکے گئے اور کسی کو سمندر کی مچھلی کے پیٹ میں قید بھی رہنا پڑا۔

آج کا دور دیکھو! کتنا سخت ہے! آج کے فرعونوں نے محض اللہ کے اور اس کے رسولوں کے نام لینے والوں کو کیسے کیسے مظالم سے گزار دیا۔ ان پر بموں، راکٹوں، کیمیکل گیس اور دیگر انواع واقسام کے عذابوں سے دوچار کیا۔ ایسے عذابوں کو بغداد بلکہ سارے عراق میں، افغانستان، ڈمہ ڈولہ، باجوڑ، اسلام آباد کی لال مسجد وسوات اور پتا نہیں کہاں کہاں مسلط کیا گیا۔ گوانتانا موجیل اور ابوغریب وبغداد کی دیگر جیلوں میں ان کے مرد وخواتین فوجیوں کی خرمستیاں اور قرآنِ کریم کی ناگہانی شہادت کے واقعات اور رسولِ آخرین ﷺ کی ذاتِ بابرکات کی توہین ان لوگوں نے کر کے کیا امت مسلمہ کو راحت سے گزارا......؟ کیا کسی مسلم کا ایسے حالات میں دل خوش ہوا......؟ ہاں راحت انھیں ہی حاصل ہوئی اور ہے جو اپنے پیغمبر ﷺ پر درود پڑھتے رہے۔ قرآن کی تلاوت کرتے رہے۔ احادیث رسول کو حرزِ جان بنائے رکھا اور سنت رسول ﷺ کے مطابق اپنے عمل انجام دیتے رہے۔

مردود اور دھتکارے ہوئے وہ لوگ قرار دیے گئے جنھوں نے اپنے ہی بھائیوں کو دشمن کے کہنے پر مارا، اذیتیں دیں، قتل کرایا، پھر دشمن سے اس کے معاوضے وصول کیے۔ اپنی آخرت برباد کی۔ نام نہاد دہشت گردی کی جنگ جو اصل میں صلیبی جنگوں کا تسلسل قرار دی جائے تو بے جا نہ ہوگا اس جنگ میں صلیبیوں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کو مارا گیا۔ یہ لوگ اپنے ربّ اور اپنے نبی ﷺ کو بروزِ قیامت کیسے منہ دکھائیں گے؟

یہ لوگ دراصل اپنی اصل بھول گئے، وہ کام جو اللہ تعالیٰ نے انھیں مہیا کیا تھا اُس سے یہ بھٹک گئے۔ اقتدار دینے والا اور پھر دے کر چھین لینے والا صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی تو ہے۔ بڑے بڑے طاقتوں والے، بڑے بڑے سورما اِس دنیا میں آئے اور جب ان کے بپا کردہ مظالم سے دنیا کو تنگ کر کے اور معیشت کو بھاری کر کے، لوگوں کی زندگی اجیرن بنا کر ان کے جانے کا وقت آیا تو بڑے عبرت ناک طریقے سے وہ رخصت ہوئے۔

سچ ہی کہا گیا کہ حبس کے بعد بارش ہوتی ہے۔ کینسر جب پھوٹتا ہے تو زخم گہرا لگا جاتا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم! اس زخم کو تو خود ہی مندمل کرنے کا بندوبست فرما۔ اور اے اللہ کریم! اب تو مسلم امہ کو طاغوت کے کینسر سے آزاد کر دے......!

ہمارے دن اور ہماری راتیں روشن کر دے اور کرب وابتلا کے بعد ایک راحت اور سکون سے ہمیں نواز دے۔ اے اللہ کریم! ہم تجھی سے مدد مانگتے اور تجھی سے توفیق کے طالب ہیں۔



فہرست اردو کتب

مکتبہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

۲۹۷ء۱۵ سید مقبول احمد
م۶۹ق مقبول ترجمہ، ص:۶۴۰، افتخار بک ڈپو رجسٹرڈ کرشن نگر لاہور۱۹۴۱ء۔ (بامحاورہ ترجمہ معہ فوائد تفسیر مطابق مذہب اہل بیت)

۲۹۷ء۱۵ ڈپٹی نذیر احمد
ن۴۴ق قرآن مجید مترجم، ص:۸۴۷، مطبع فاروقی دہلی۔س،ن

۲۹۷ء۱۵ ڈپٹی نذیر احمد
ن۴۴ق ترجمہ قرآنِ مجید، ص:۷۳۰، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۱۵ ڈپٹی نذیر احمد
ن۴۴ق غرائب القرآن، ص:۱۱۲، مطبع قاسمی دہلی ۱۳۲۳ھ

۲۹۷ء۱۵ علامہ وحید الزمان
و۵۷ق تفسیر وحیدی، ص:۵۴۴، مکتبہ السلام وسن پورہ لاہور۱۴۰۳ھ

۲۹۷ء۱۵ شاہ ولی اللہ
و۸۶ق قرآنِ مجید ترجمہ ثلاثہ، ص:۱۳۲۔س،ن۔ ① شاہ ولی اللہ (فارسی)، ② موضح القرآن، ③ احسن الفوائد

۲۹۷ء۱۵ شاہ ولی اللہ
و۸۶ق قرآن مجید تین ترجمہ والا، ص:۸۰۰، ۱۳۹۰ھ۔ ① شاہ ولی اللہ (فارسی)، ② شاہ رفیع الدین (اردو)، ③ شاہ عبدالقادر (اردو)

۲۹۷ء۱۵ شاہ ولی اللہ
و۸۶ق ترجمہ القرآن، جید برقی پریس دہلی ۱۳۴۶ھ۔ ① شاہ ولی اللہ (فارسی)، ② شاہ رفیع الدین (اردو)، ③ احسن الفوائد سید احمد حسن دہلوی۔

۲۹۷ء۱۵ حکیم یاسین شاہ
ی۱۲۵ق ترجمہ قرآن روشن چراغ، ص:۶۰۷۔س،ن

۲۹۷ء۱۵ محمود الحسن دیوبندی
م۵۷ق قرآنِ مجید مترجم، ص:۹۶۴، مدینہ پریس بجنور (یو۔پی) ۱۳۴۴ھ

۲۹۷ء۱۵ اشرف علی تھانوی
ا۴۵۵ق قرآنِ مجید مترجم، ص:۱۱۶۰، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور ۱۹۹۵ء

۲۹۷ء۱۶ محمد ادریس کاندھلوی
ا۳۲ت تفسیر معارف القرآن، ص:۳۶۳، ج:۸، المطبع الاسلامی السعودی لاہور پاکستان ۱۳۹۶ھ

۲۹۷ء۱۶ محمد ادریس کاندھلوی
ا۳۲ت تفسیر معارف القرآن، ص:۴۳۰، مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۱۶ مولانا احمد سعید
ا۲۸۵ت کشف الرحمٰن، ص:۴۸۰، ٹھٹائی کمپاؤنڈ بند روڈ کراچی ۱۹۷۸ء

۲۹۷ء۱۶ سید احمد حسن
ا۳۵۷ت احسن التفاسیر، ص:۸۴، افضل المطابع دہلی ۱۳۲۷ھ

۲۹۷ء۱۶ سید احمد حسن
ا۲۷۵ت احسن التفاسیر، ص:۳۳۵، المکتبۃ السّلفیہ لاہور ۱۹۸۳ء

۲۹۷ء۱۶ محمد احتشام الدین
ا۲۰۸ت احسن التفاسیر، ص:۴۰۶، مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور ۱۹۸۴ء

۲۹۷ء۱۶ غلام احمد پرویز
پ۲۸ت معارف القرآن، ص:۸۳۲، ج:۱/۴، ادارہ طلوع اسلام کراچی۔س،ن

۲۹۷ء۱۶ سید قطب شہید
ق۶۵۲ت تفسیر فی ظلال القرآن، ص:۶۷۵، ج:۱۰، اسلامی

اکادمی لاہور۱۹۸۹ء
۲۹۷ء۱۶ عمر احمد عثمانی
ع۶۳۴ت فقہ القرآن، ص:۵۶۵، ج:۶، ادارہ فکر اسلامی کراچی ۱۹۸۰ء
۲۹۷ء۱۶ حافظ محمد لکھوی بن بارک اللہ
ب۱۶ات تفسیر محمدی (پنجابی)، ج:۷، ص:۵۰۰، مرکنٹائل پریس لاہور۱۳۴۲ھ
۲۹۷ء۱۶ حافظ محمد لکھوی بن بارک اللہ
ب۱۶ات تفسیر محمدی (پنجابی)، ص:۴۹۶، ج:۷، مکتبہ اصحاب الحدیث مچھلی منڈی لاہور۲۰۰۲ء
۲۹۷ء۱۶ حافظ محمد لکھوی بن بارک اللہ
ب۱۶ات تفسیر محمدی (منظوم پنجابی)، ص:۴۵۶، کوہ نور لاہور۔ س،ن
۲۹۷ء۱۶ اسمٰعیل بن کثیر
ک۱۳ات تفسیر ابن کثیر، ص:۶۵۰، ابن کثیر اکادمی اردو بازار لاہور۱۹۷۴ء
۲۹۷ء۱۶ مولانا محمد علی
م۵۲۵ت بیان القرآن، ص:۲۶۷، ج:۳، مطبع کریمی لاہور۱۳۴۰ھ
۲۹۷ء۱۶ مفتی احمد یار نعیمی
ن۲۰۷ت تفسیر نعیمی، ص:۸۴۴، ج:۱۲، مکتبہ اسلامیہ گجرات س،ن
۲۹۷ء۱۶ ابوالاعلیٰ مودودی
م۹۷ت تفہیم القرآن، ج:۶، ص:۶۶۳، سروسز بک کلب ۱۹۹۱ء
۲۹۷ء۱۶ ابوالکلام آزاد
ا۳۶ت ترجمان القرآن، ص:۵۴۴، اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور۱۹۷۶ء
۲۹۷ء۱۶ سید امیر علی
ا۶۹۵ت مواہب الرحمٰن، ص:۸۵۴، ج:۱۰، نولکشور پریس لکھنؤ۔ س،ن

۲۹۷ء۱۶ ابوالاعلیٰ مودودی
م۹۷ت تفہیم القرآن، ص:۶۶۴، ج:۶، ادارۃ ترجمان القرآن لاہور۱۹۷۹ء
۲۹۷ء۱۶ ابوالاعلیٰ مودودی
م۹۷ت تفہیم القرآن، ص:۳۲۰، ج:۶، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۷۳ء
۲۹۷ء۱۶ مسعود احمد
م۶۲ت تفسیر قرآنِ عزیز، ج:۱، ص:۸۶۶، جماعت المسلمین رجسٹرڈ کراچی۱۹۹۰ء
۲۹۷ء۱۶ ابوالکلام آزاد
ا۳۶ت ترجمان القرآن، ص:۶۶۳، اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور۱۹۸۲ء
۲۹۷ء۱۶ ابوالکلام آزاد
ا۳۶ت ترجمان القرآن، ص:۴۷۵، ج:۱، زم زم کمپنی لمیٹڈ لاہور۔س،ن
۲۹۷ء۱۶ امین احسن اصلاحی
ا۵۱۸ت تدبر قرآن، ص:۸۳۶، ج:۸، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور۱۹۷۶ء
۲۹۷ء۱۶ سید امیر علی
ا۶۹۵ت مواہب الرحمٰن، ج:۱، ص:۸۰۸، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور ۱۳۹۷ھ
۲۹۷ء۱۶ اشرف علی تھانوی
ا۱۵۵ب بیان القرآن، ص:۱۶۸، ج:۱، مطبع مجتبائی لاہور۱۳۴۳ھ
۲۹۷ء۱۶ اسماعیل بن کثیر
ک۱۳ات تفسیر ابن کثیر، ص:۱۰۴، ج:۱۰، اخبار محمدی اجمیری دروازہ دہلی

۱۶ء۲۹۷ مفتی محمد شفیع

ش۵۸م معارف القرآن، ص:۶۹۸، ج:۸، ادارہ المعارف کراچی ۱۹۹۶ء

۱۶ء۲۹۷ عبدالحق حقانی

ح۶۲ت تفسیر حقانی، ص:۲۸۰، ج:۵، کتب خانہ مرکز علم وادب کراچی۔س،ن

۱۶ء۲۹۷ ثناءاللہ امرتسری

ت۲۷ت تفسیر ثنائی، ص:۲۰۰، ج:۲، کارپردازان اہل حدیث امرتسر۔س،ن

۱۷ء۲۹۷ ملک فہد

ف۱۱۳ت تفسیر الفاتحہ وجزءعم الی الفقہ الاردیہ، ص:۹۱، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس ۱۴۲۰ھ

۱۷ء۲۹۷ حافظ ابن قیم

ق۸۷ت تفسیر المعوذتین (اردو)، ص:۱۴۳، جمعیت شبان اہل حدیث فیصل آباد ۱۹۸۳ء

۱۷ء۲۹۷ مفتی شیخ عبدہٗ مصری

م۵۱۷ت تفسیر الفاتحہ، ص:۳۰۸، نظامیہ دارالاشاعۃ دہلی ۱۹۲۱ء

۱۷ء۲۹۷ سید مناظر حسن گیلانی

م۱۱۷ت تذکیر بسورۃ الکہف، ص:۳۴۷، قرآن وسیرت سوسائٹی ۱۹۷۰ء

۱۷ء۲۹۷ سید مناظر حسن گیلانی

م۱۱۷ت تذکیر بسورۃ الکہف، ص:۳۵۲، مکتبہ رشیدیہ بلوچستان ۱۹۷۹ء

۱۷ء۲۹۷ مسعود احمد

م۶۲ت تفسیر سورۃ الفاتحہ، ص:۳۲، ادارہ مطبوعاتِ اسلامیہ کراچی۔س،ن

۱۷ء۲۹۷ صغیر حسن معصومی

م۱۱ت تفسیر ماتریدی (فاتحہ)، ص:۵۲، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔س،ن

۱۷ء۲۹۷ محمد ابراہیم میر

م۹۰۷ن نجم الہدیٰ (النجم)، ص:۲۴، عرائس البیان، ص:۲۴، (الرحمٰن) انور الساطعۃ، ص:۲۲، (الواقعہ) طور پرنٹنگ پریس سیالکوٹ ۱۹۵۳ء

حاجی عبدالرشید آڑھتی کا اندوہ ناک قتل:

شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب (بانی دارالقرآن والحدیث جناح کالونی فیصل آباد) کے داماد اور راقم کے ہم زلف جناب حاجی عبدالرشید صاحب (آڑھتی منڈی فاروق آباد) گزشتہ دنوں ڈکیتی کی ایک واردات کے خلاف مزاحمت کے دوران شہید کر دیے گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون.

حاجی صاحب مرحوم گزشتہ دنوں اپنی آڑھت کی دکان بند کر کے نقدی سمیت موٹر سائیکل پر سوار اپنے گھر واپس جا رہے تھے کہ ایک آدمی نے نقدی چھیننا چاہی اس دوران مزاحمت کرنے پر انھیں گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔ بعد ازاں ایک ملزم کے گرفتار ہونے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ موصوف بڑے شریف النفس، خوش اخلاق انسان تھے۔ ان کے قتل پر فاروق آباد کے شہریوں نے بھرپور احتجاج کیا ہے اور حاجی صاحب کو قتل کرنے اور ان سے رقم چھیننے والے ملزموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا ہے۔ [(مولانا) سعید احمد چنیوٹی، فیصل آباد]

''اَلْحِکْمَۃُ''

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ محض اُس کی رحمت اور اُس کے فضل سے احادیث مبارکہ کا دل نشین مجموعہ اضافہ کے ساتھ چھپ چکا ہے۔ یہ وہ احادیث ہے جو ''درسِ حدیث'' کے عنوان سے ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں چھپ چکی ہیں۔ انتہائی دیدہ زیب پرنٹنگ اور خوب صورت جلد کے ساتھ ایک ہزار صفحات سے زائد یہ مجموعہ اُن خواتین وحضرات کی خدمت میں تحفہ پیش کر دیا جائے گا جنھوں نے قرآن وحدیث کے دروس کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے یا جو اس سلسلہ کو شروع کرنا چاہتے ہوں۔ امیر ضلع کے تصدیق نامہ کے ساتھ کتاب صرف دستی دی جاتی ہے۔ ڈاک میں بھیجنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ [شیخ عمر فاروق B/15 وحدت کالونی، لاہور۔ فون: 7585960]

مولانا حافظ عبدالرشید گوہڑوی صاحب کے لیے دعائے صحت:

مولانا حافظ عبدالرشید صاحب گوہڑوی (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ، لاہور) ان دنوں شدید علیل ہیں۔ موصوف جوڑوں کے درد میں مبتلا ہیں۔ احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ [ادارہ]

حافظ عطاء السلام بن حافظ محمد یوسف گکھڑویؒ کے لیے دعائے صحت:

جماعت اہل حدیث کے اکابر علمائے اہل حدیث میں سے ایک حافظ محمد یوسف صاحب گکھڑوی رحمہ اللہ کے صاحب زادے محترم حافظ عطاء السلام صاحب (سکول بک ڈپو، اردو بازار، گوجراں والا) اور ان کی اہلیہ علیل ہیں۔ احباب موصوفین کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لیے دعا فرمائیں۔ اللھم اشفھم شفاء کاملا عاجلا [ادارہ]

دعائے صحت:

مولانا عبدالعظیم انصاریؒ کے بڑے بیٹے محمد یونس انصاری شدید علالت کی بنا پر دل وارڈ (ECU) قصور ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ قارئین ان کی صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں۔ [عبدالحلیم نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث سٹی قصور]

مولانا مسعود الرحمٰن جانباز وفات پا گئے:

جماعت اہل حدیث کے معروف عالم دین اور جماعۃ الدعوۃ پاکستان کے مرکزی رہنما مولانا مسعود الرحمٰن جانباز صاحب ۳۰۔ مئی ۲۰۰۸ء بروز جمعۃ المبارک وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم مانسہرہ میں قیام پذیر تھے۔ مسلکی ودینی خدمات کے حوالے سے بڑے متحرک تھے۔ ان کا شمار سلجھے ہوئے علمائے کرام میں ہوتا تھا۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔ [عبدالصمد ریالوی]

دعائے مغفرت:

چوہدری محمد اکرم پٹواری (بھوماں باٹھ گوجراں والا) کی اہلیہ گزشتہ دنوں وفات پا گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔ [مولانا محمد عبداللہ خطیب بھوماں باٹھ گوجراں والا]